-مصنف

حضرت مفتی مولانا محمد احمد شاہ جمالی دامت برکاتہ

عرش تک ہو نہیں سکتی جو رسائی نہ سہی

یہ انسان کی معراج ہے کہ انسان ہو جائے

حضرت مفتی مولانا محمد احمد شاہ جمالی دامت برکاتہ کی انٹرنیٹ پر لکھی گئی مختصر تحاریر کا مختصر مجموعہ

ڈاڑھی کی اہمیت پر تو کلام نہیں کیا جا سکتا مگر .

جب میں نے لوگوں کی اچھائیوں کو ڈاڑھی کے طول و عرض میں ماپنا بند کیا تب مجھ پر یہ یہ عقدہ کھلا

کہ بعض لمبی لمبی ڈاڑھیوں والوں سے

وہ کتنے پختہ ایمان والے ہیں

بعضوں کے یقین و ایمان کو دیکھ کر مجھے اپنے آپ پر بھی شرم آتی ہے

ملک محمد رفیق اعوان.... ان جیسے پتہ نہیں کتنے چھپے رستم دنیا میں موجود ہونگے

کہ جنکے ایمان و یقین کو دیکھ کر ہمیں بھی اپنے اندر حرارت محسوس ہوتی ہے

آپ بھی تھوڑا تعصب کا چشمہ اتار کر اپنے گرد و پیش دیکھیئے

واللہ مایوسیاں کم ہو جائیں گی

اعتدال

دین اسلام اعتدال کا دین ہے

ہر کام میں اعتدال کی تلقین کرتا ہے

چاہے وہ عبادات ہوں

معاملات ہوں

اور ہمارے معاشرتی رویے ہوں

اور جب جب اور جس جس معاملے میں

اعتدال کو رد کر کے افراط و تفریط سے کام لیا جائے گا

تب تب بندہ ذلیل و خوار ہو گا

قطعہ نظر ان سب باتوں کے میں آج جس بے اعتدالی کی بات کرنا چاہ رہا ہوں وہ ہمارے رویّوں کی بے اعتدالی ہے جسے انتہا پسندی کہا جا سکتا ہے اگر ہم اپنے رویّوں پر غور کریں تو ہم سب ہی کہیں نہ کہیں انتہا پسند واقع ہوئے ہیں۔ شاید آپ کو یہ سن کر حیرت بھی ہو کیونکہ ہم میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہتا کہ اُسے انتہا پسندوں کی فہرست میں گنا جائے۔ لیکن زیادہ اہم بات یہ ہے کہ کیا ہم واقعی ایسا چاہتے ہیں۔

چلیئے اس بحث کا آغاز "بحث" ہی سے کرتے ہیں۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو بحث کے آغاز پر یہ سوچتے ہیں کہ زیرِ بحث معاملے میں اُن کا موقف بھی غلط ہو سکتا ہے اور اگر کوئی شخص اُنہیں مناسب اور مستند دلائل دے تو وہ قائل بھی ہو سکتے ہیں۔ شاید ایسے لوگ ایک فیصد بھی نہ ہوں۔ اس کے برعکس جب ہم بحث کا آغاز کرتے ہیں تو ہمارے ذہن میں اس کے سوا کوئی مقصد نہیں ہوتا کہ ہم اپنے دلائل سے سامنے والے کو لاجواب کر دیں اور اُسے ہمارا موقف مانتے ہی بنے۔ شاید ہم سب یہی سوچتے ہیں کہ ہم تو حق پر ہیں اور سامنے والا غلط تو پھر اُسے ہی ماننا چاہیے ہم کیونکر حق سے روگردانی کے مرتکب ہوں۔ یہی وہ وجہ ہے کہ صحت مند بحث کا آغاز ہو ہی نہیں پاتا اور ہم دلائل سے طعن و دشنام اور پھر کفر و باطل کے فتووں پر اُتر آتے ہیں۔

یہ ہمیں لوگ ہیں جو بحث مذہبی ہو تو اپنے مخالف کو کافر اور زندیق سے کم درجہ دینے پر راضی نہیں ہوتے اور اگر بات سیاسی نوعیت کی ہو تو فریقِ مخالف کو ملک دشمن، امریکہ کا یار اور یہودیوں اور را کا ایجنٹ بنانے میں دیر نہیں کرتے۔ سیکولر طبقہ کسی بھی مذہبی سوچ رکھنے والے کو طالبان جیسے سفاک لوگوں سے ملانے سے گریز نہیں کرتا اور مذہبی طبقہ ہر لبرل اور آزاد سوچ رکھنے والے کو سیکولر، سوشلسٹ اور دہریا قرار دینے میں ہی اپنی جیت سمجھتا ہے۔

سیاسی عقیدت مندی میں ہم صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ ہم اپنے ممدوح کی اچھی باتوں کا تو پروپیگنڈا کرتے ہی ہیں بری باتوں کا بھی پوری شد و مد سے دفاع کرتے ہیں۔ رہے ہمارے سیاسی حریف تو اُن کے ہر اقدام کو غلط اور ملک دشمنی قرار دے دینا

ہمارے لئے کون سا مشکل ہے۔
اور میں کافی عرصے سے اس سوشل میڈیا سے وابستہ ہوں یہاں بھی آئے دن
اس قسم کے حالات دیکھنے میں آتے ہیں
کوئی بھی اپنی کسی انفرادی سوچ کو بیان کرتا ہے تو ایک طرف ہنگامہ کھڑا ہو جاتا ہے
اور اسکی ساری اچھی باتوں کو بھی نظر انداز کر کے انار کلی کی طرح دیوار میں چنوانے کی کوشش کی جاتی ہے

خوش فہمی

وہ اپنی ڈاڑھی میں انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
میں جانتا ہوں اسلم............ساجد تمہارا اچھا دوست ہے لیکن وہ مجھے ایک پل نہیں بھاتا وہ نہایت بد تمیز، جھوٹا، مطلب پرست اور فریبی ہے ہمیشہ "
دوسروں کی برائیاں گنواتا رہتا ہے کیا وہ نہیں جانتا کہ کسی کے پیٹھ پیچھے اُسکی برائیاں بیان کرنا اپنے بھائی کا کچا گوشت کھانے کے مترادف ہے
"!! مجھے دیکھو میں تو کبھی کسی کی برائی نہیں کرتا۔

صدیوں کے بھوکے لوگ

خوبصورت نین نقش والی عورت کو اوطاق کے اندر آتے دیکھ کر وڈیرے نے ایک بھرپور نظر اس پر ڈالی اور مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا
بابا! کیا بات ہے؟ کیا چاہیے؟
عورت نے اس کی نظروں کی گرمی کو اپنے بدن پر رینگتے ہوئے محسوس کرتے ہوئے کہا
،وڈیرہ سائیں! تھر سے آئی ہوں، بھوک لگی ہے
وڈیرے نے مونچھ کے ایک بال کو اپنے دانتوں میں چباتے ہوئے اسے سر سے پاؤں تک گھورا اور کہا
،بابا! بھوک تو مجھے بھی بہت لگی ہوئی ہے۔

عجب لوگ غضب کام

آج تک یہ بات سمجھ نہیں آئی

کہ بعض لوگوں کا عشق مصطفیٰ بڑھتا جاتا ہے
اور داڑھی کم ہوتی جاتی

ترقی.....اور..... تنزلی

آج انفارمیشن ٹکنالوجی کی ترقی کے سبب پوری دنیا ایک گلوبل ولیج میں تبدیل ہوگئی ہے اور اس عالمی گاؤں میں صارفیت کے نظام کا بول بالا ہوگیا ہے جس کے سبب انسان مشین بن کر رہ گیا ہے۔ بے حسی، خود غرضی، نفسا نفسی، بے ایمانی اور بے راہ روی اپنے عروج پر پہنچ گئی ہے۔ ظلم وجبر نے دہشت گردی کو ہوا دی ہے اور دہشت گردی پھیل کر سپر پاور کی ایک ایسی طاقت بن گئی ہے جو دہشت گردی کی دہائی دے کر خود اس کے بل بوتے پر اپنی طاقت آزماتا رہا ہے۔ فرقہ پرستی کا زہر پوری فضا میں ہر جگہ پھیل گیا ہے۔ اقتدار کی بے جا ہوس میں ہمارے لیڈروں نے اسے اپنا ہتھیار بنالیا ہے۔
انسانوں کے بیچ ذات پات، مذہب، زبان اور علاقائی تقسیم کے نام پر اپنی دوکانیں خوب چمکائی ہیں۔ اعلیٰ قدروں کی ٹوٹ پھوٹ ہو چکی ہے اور تہذیبوں کے تصادم کے نتیجے میں انسان اپنے سماج اور معاشرے سے کٹ کر صرف اپنے گھر کی حد تک، اکثر صورتوں میں اپنی ذات کی حد تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اسے سوائے اپنے کچھ نظر نہیں آتا۔ اس طرح خونی رشتوں کی بھی شکست وریخت ہو چکی ہے۔ مفلسی، غریبی، بے روزگاری نے کئی مسئلوں کو جنم دیا ہے وہیں اس کے عفریت نے اخلاقی قدروں اور تہذیب کی اعلیٰ بلندیوں کو نگل کر کئی برائیاں پیدا کر دی ہیں جس کی ایک بڑی مثال آج معاشرے میں پھیلی جنسی بے راہ روی سے دی جاسکتی ہے۔ جھوٹ مکر وفریب، وعدہ خلافی اور اس قبیل کی بہت ساری برائیاں معاشرہ کا روزمرہ بن چکی ہے۔
معاشرے میں جہیز کی بیماری لاعلاج مرض بن کر وبا کی طرح پھیل گئی ہے۔ بے ایمانی ہمارا ایمان بن چکی ہیں۔ لوٹ مار، رشوت خوری عام ہو چکی ہیں۔ دھوکہ دہی فیشن ہوگیا ہے۔ منافقت تہذیب بن گئی ہیں۔ غرض یہ تمام برائیاں عام ہو کر رفتہ رفتہ ہمارے معاشرے کا چلن بنتی جارہی ہیں اور پھر رہی سہی کسر ذرائع ابلاغ نے پوری کر دی ہے۔ اس نے تو نئی نسل کی اخلاقی اور معاشرتی تہذیب کا جنازہ نکال دیا ہے۔ پورے معاشرے کے ساتھ میڈیا کا کھلواڑ بڑی شدت سے جاری ہے۔
جب میں یہ ساری چیزیں سوچتا ہوں
تو خیال آتا ہے کہ................................ یہ ہماری ترقی ہے کہ تنزلی۔

آپ گھر سے باہر نہیں جاسکتے۔

نرسری سے آتے ہی اسکے بیٹے نے انگریزی زبان میں حکم دیا۔ ''کیوں ؟!'' اردو بولتے ہوئے اس نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا جو اسے لے کر آئی تھی۔ '' آپ میرے ساتھ کھیلیں گے !''۔ بچے نے کہا اور ماں اس کی بات مان لینے کا اشارہ کر رہی تھی۔ ''ہم کیا کھیلیں گے !''۔ باہر جانے کا پروگرام ملتوی

کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ ''محافظ اور دہشت گرد''۔

پھر اس شام اپنے فوجی بیٹے کے ہاتھوں میں کئی دفع قتل ہوا۔

کیا اسے نرسری میں کھیلنے کا موقع نہیں ملتا؟'' اس نے بعد میں اپنی بیوی سے پوچھا۔ ''ملتا تو ہے''۔ اسکی بیوی نے اسے بتایا۔ ''لیکن بڑے بچے اسے ''
سارا دن دہشت گرد بنائے رکھتے ہیں''۔

دو طاقتیں

دو بڑی طاقتوں کے بحری بیڑے سمندر میں ایسی جگہ پر لنگر ڈالے پڑے تھے جہاں ان کے بیچ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ کسی سوال کو لے کر دونوں بڑی ''
''طاقتوں کے مقاصد ٹکرا گئے۔ بڑی طاقتوں کا تو کوئی نقصان نہ ہوا، ہاں وہ چھوٹا سا جزیرہ مفت میں مارا گیا۔

اور میرا دیس مفت میں کچلا گیا

خوش رہنا بھی منع ہے

ہنستے ناچتے خوشیاں مناتے ایک ہجوم کو قریب آتا دیکھ کر ایک بھکارن نے اپنے تین چار سال کے بچے کو جلدی سے گود میں اٹھالیا اور ایسی آڑ میں لے ''
گئی جہاں سے بچہ ان رنگ رلیاں منانے والوں کو نہ دیکھ سکے 'نا بابا نا، وہ بڑبڑاتے جا رہی تھی۔ ''میرے ننگے بھوکے بچے نے اگر ہنسنا سیکھ لیا تو کل کو اسے بھیک کون
دے گا۔

وحشیوں کی وحشت

جی، اس نے تعلیم حاصل کرلی ہے۔ فلسفہ پڑھ لیا ہے۔ سائنس پڑھ لی ہے۔ طب پڑھ لی ہے اور قدرت کے بہت سے اسرار کھول لیے ہیں۔ بہت سی ''
ایجادات کرلی ہیں۔ پہیہ بنالیا ہے۔ دنیا کو چھوٹا کرلیا ہے۔ ادویات بنالی ہیں۔ موبائل بنالیا ہے۔ ٹی وی بنالیا ہے۔ کمپیوٹر بنالیا ہے۔ آواز کی رفتار سے بھی
تیز رفتار اڑنے والے جٹ بنالیئے ہیں راکٹ بنالیا ہے۔ خلاء کی سیر کر آیا ہے۔ اب مریخ پر اترنے کی کوشش بھی کرلی ہے صاف ستھرے شہر بنالیے
ہیں۔ پختہ عمارتیں، تہذیب گاہیں، ثقافتی مراکز، تمدنی.... '

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وحشی اب.... ؟!" "جی ہاں،!وحشی اب بیحد مہذب اور شائستہ ہے۔ بس، '' '
اس کی وحشت جوں کی توں ہے۔

وقت وقت کی بات ہے

وہ غریبوں کی بستی میں پیدا ہوا تھا۔ سکول جانے کی حسرت حسرت ہی رہی
بچپن بھی اسی حالت میں اسی بستی میں گزرا
لیکن جب بڑا ہوا
توخوش نصیبی سے سعودی عرب چلا گیا۔ دس سال بعد جب وہ وطن لوٹ کر اپنی بستی میں پہنچا تو اسکے منہ پر سفید رومال تھا اور وہ پیشانی پر بل ڈالے اپنے ہی بچپن کے ساتھیوں سے ان کا تعارف پوچھ رہا تھا۔

محقق...... اور...... محلک

آج کل کے خود ساختہ محققین
کے باتوں سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے
... کہ یہ حقیقت میں محقق نہیں محلک ہیں..... یعنی. کھرچنے والے
اور اگر پھر بھی یہ محقق ہی کہلانے پر بضد ہیں
تو یہ عربی والے نہیں
اردو والے محقق ہوسکتے ہیں..... یعنی حقہ پینے والے۔

لاحول سے ماحول

بیٹے کی دن بدن بد اخلاقیوں اور سنگین غلطیوں سے تنگ آ کر باپ نے عالم صاحب سے رجوع کیا کہ میرے بیٹے کو نصیحت کیجئے۔ اس کی بد معاشیاں نا قابل برداشت ہو گئی ہیں۔ تمام حالات جاننے اور کچھ سوچنے کے بعد عالم صاحب سنجیدگی سے بولے.... "یہ شیطان لاحول سے نہیں بھاگے گا.... کیونکہ گھر کے ماحول نے اس ابلیس کو جنم دیا ہے۔ اس لیے لاحول سے ماحول نہیں بلکہ ماحول سے ماحول بدلنے کی ضرورت ہے

بھوک......صرف....بھوک

وہ موسم سرما کی ایک سرد ترین شام تھی۔ نہایت پیش قیمت سوٹ پہنے جب وہ پر تکلف ڈنر کرنے کے بعد فائیو اسٹار ہوٹل سے باہر نکلا تو اس نے ایک نیم برہنہ اور غریب آدمی کو دیکھ کر حیرت سے پوچھا 'کیا تمھیں سردی محسوس نہیں ہوتی ہے ؟'، نہیں۔۔۔ غریب آدمی نے انکار میں سر ہلایا۔ 'اور گرمی'۔ ۔۔وہ بھی نہیں۔۔۔یعنی بارش اور طوفان کا بھی تم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بالکل نہیں امیر آدمی جھنجھلا کر بولا "تو پھر کیا محسوس ہوتا ہے ؟" غریب آدمی نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔۔۔ صرف بھوک

ناکہ

خادم رکشہ والا آج پھر سے اپنے چار سالہ بغیر دودھ پیئے بچے کو

تھپڑ مار کر سلانے کی کوشش کر رہا تھا ....

کیونکہ وہ آج پھر سے ناکے پر کھڑے قوم کے محافظوں سے لٹ چکا تھا۔

مزدور کے پیٹ کی آگ

وہ پیٹ گی آگ بجھانے ایک شہر کی جانب رواں دواں تھا

کہ راستے میں کھڑے چند قوم کی پرستش کرنے والوں نے

اسکے پیٹ کو گولیوں کی آگ سے بھر دیا۔

نیند

نیند کا تعلق نا بستر سے ہے اور نہ ہی پتھریلی زمین سے

اس لئے کہ

کچھ لوگ اپنے نرم گرم بستروں میں سوتے ہیں تو کچھ فٹ پاتھ پر اخبار بچھا کر۔ مگر۔۔۔ کچھ ایسے بھی ہیں۔۔ جنھیں۔۔۔۔ کہیں بھی نیند نہیں آتی۔

فکر میں گھلتے رشتے

آہ بوڑھا ضعیف باپ اس فکر میں تھا کہ جوان بیروزگار بیٹا برسرروزگار ہوگا تو وہ اس کی جانب سے مطمئن ہو کر زندگی کی بقیہ سانس سکون سے پوری کر لے گا اور۔۔۔ بیٹا اس ٹوہ میں تھا کہ باپ جلد سے جلد دنیا سے پردہ کرے تو وہ بے لگام ہو کر باپ کی دولت کے سہارے دنیا کے تمام عیش کر سکے۔

سودا

جو قوم اپنا بیش قیمت ووٹ

گلیاں اور نالیاں بنوانے کے عوض بیچ دے

پھر کوئی

زرد... آری... انکی معیشت پہ پھیر دے

یا کوئی میاؤں...... بلے... سارا دودھ پی جائیں

تو پھر آہ فغاں چہ معنی دارد۔

میرے وطن کے لوگ

خدمت خلق کے جذبے میں ڈوبے...... میرے وطن کے لوگ

بس اپنا توازن کھو چکی تھی چالیس مسافر جان بحق ہو چکے تھے بس کھائی میں گرتے ہی خدمت گار وہاں پہنچ گئے زندگی اور موت کے بیچ سانسیں گن رہے جسموں سے بچاؤ بچاؤ کی آوازیں آ رہی تھیں۔

خدمت گار ایسے حواس باختہ ہو گئے کہ ان زخمیوں کے بجائے وہ ان مردہ عورتوں کو اپنے کاندھوں پر لیے اسپتال کی جانب دوڑ رہے تھے جو زیورات سے لدی پھندی تھیں۔

تعزیتی جلسہ

ارے بھائی۔ یہ تو دنیا کا اصول ہے۔ تم اچھے آدمی کی تعریف کی بات کر رہے ہو۔ یہ دنیا تو نہایت ہی بد کردار، بد اخلاق، نالائق آدمی کی بھی اتنی ہی ’’ تعریف کرتی ہے۔ معمولی سے معمولی آدمی کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر بٹھا دیتی ہے۔ دوست تو دوست دشمن بھی تعریف کرنے لگتے ہیں۔ اگر یقین نہ ہو تو۔۔۔ مر کر دیکھ لو۔

آب حیات کی تلاش

جب سے اسنے اسکے کان میں یہ کہہ دیا ہے

میری زندگی میں کوئی تجھے تیری عیاشیوں سے نہیں روک سکتا

سنا ہے وہ عیار

اب حیات کی تلاش میں پرستان جانے کی سوچ رہا ہے۔

ایک فقیر کی حسرت

اس عالی شان عمارت کے اندر سیٹھ کے پیٹ سے کیڑے بر آمد ہوئے۔ باہر کوئی بڈھا بھوک سے تڑپ تڑپ کر کہہ رہا تھا، جی چاہتا ہے اپنے پیٹ کی ’ آگ بجھانے کے لئے اس سیٹھ کے پیٹ میں جا گھسوں۔

قابل حقارت لڑکی

پروفیسر نے اپنے لیکچر کے دوران گریجویشن کر رہی لڑکیوں سے پوچھا۔

ذرا مجھے بتایئے کہ اس ہال میں بیٹھی کتنی لڑکیوں کے بوائے فرینڈس ہیں۔"؟"

یہ سن کر ہال میں بیٹھی لڑکیاں خوشی خوشی کھڑی ہو گئیں اور اکیلی بیٹھی خاموش اس لڑکی کو حقارت آمیز نظروں سے دیکھ کر قہقہے لگانے لگیں۔ جس کا کوئی بوائے فرینڈ نہ تھا۔

خواہش میں دفن خواہشات

وہ بہت غریب تھا لیکن ایک دن اس کی قسمت کا ستارہ چمکا اور اسے لاٹری مل گئی دو لاکھ روپیہ ہاتھ آیا تو اس نے اپنے اور گھر کے افراد سے متعلق سوچنا شروع کیا ہزاروں خواہشوں نے سر اٹھایا اور پھر ان ڈھیر ساری خواہشوں کے درمیاں اس نے محسوس کیا کہ وہ تو اب پہلے سے بھی زیادہ غریب ہو گیا ہے۔!!

مردہ پرست

صبح سے ہی گھر کے سامنے شامیانہ لگا دیا گیا تھا گھر میں بہت چہل پہل تھی آج شام اُسی بیٹے نے اپنے مرحوم باپ کے ایصال ثواب کے لئے سینکڑوں لوگوں کو کھانے کی دعوت پر بلایا تھا جس نے مرحوم کو اپنی حیات میں ایک ایک وقت کے کھانے کے لئے ترسایا تھا۔۔!!

آہ.......بہت دیر کر دی

جب بھی اسے کوئی نماز پڑھنے کی تلقین کرتا تو وہ یہی کہتا۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے دو۔ پھر داڑھی رکھ کر ایک مسجد کا کونا سنبھال لوں گا۔ ملازمت سے سبکدوش ہوا تو اس نے بچوں کے لئے ایک عالیشان مکان بنانے کا ارادہ کیا تقریباً ایک سال کا عرصہ اپنی مرضی کے بام و در بنانے میں گزر گیا۔

آج مکان کا افتتاح تھا۔ برقی قمقموں سے عالیشان عمارت جگمگا رہی تھی۔ اس کے قدم سجدہ شکر کے لئے مسجد کی جانب چل پڑے۔ اس نے اب طے کر لیا تھا کہ وہ کل سے اپنا زیادہ تر وقت مسجد میں گزارے گا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا۔ ابھی وہ مسجد کی سیڑھیاں چڑھ ہی رہا تھا کہ اس کی حرکت قلب بند ہو گئی اور مسجد کے باہر ہی اس کی روح پرواز کر گئی

دائرے کی اقسام

ایک دائرہ اسلام کا بھی ہے ....

پہلے اسمیں لوگوں کو داخل کیا جاتا تھا

اب عرصہ ہوا داخلہ بند ہے ....

اب صرف خارج کیا جاتا ہے

قومی اتحاد

میرے وطن کی اہم ترین ضرورت

سنا تھا بڑوں کی موت چھوٹوں کو بڑا بنا دیتی ہے

محترم جناب حاجی عبد الرشید بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

میرے شہر کے ایک جانے مانے اور دین دار آدمی اور نہایت مشفق انسان تھے

باوجود اسکے کہ وہ ایک مالدار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے مگر انکی دوستی صرف اور صرف علما کے ساتھ رہی

آپکا حلقہ واحباب علماو مشائخ پر مشتمل تھا

اور کافی عرصہ تک جمعیت علمائے اسلام کے ضلعی امیر رہے

انکا گھر ہمیشہ علماء کی میزبانی کے لئے کھلا رہتا تھا

ہمارے مہمان بھی انہیں کے ہاں قیام فرماتے

اللہ پاک انکے درجات بلند فرمائے آمین

انکے دار فانی سے چلے جانے کے بعد ایک خلا سا پیدا ہو گیا ہے جو شاید پر نہ ہو سکے گا

مگر انکے بعد الحمد للہ انکے لائق وفائق صاحبزادگان نے اپنے والد کی سنت کو باقی رکھا

اور اپنے والد گرامی کے حلقے کو تنہا اور اکیلا نہیں چھوڑا

جو کہ بہترین تربیت کی دلیل ہے

عزیزی مولانا انعام اللہ بھٹی

. . اور عزیزی قاری سیف اللہ بھٹی

ان دو نوجوانوں کا اخلاص اور جذبات قابل قدر ہیں

اللہ پاک انکے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے آمین

ان کی کوششوں سے آج ہمارے ضلع میں ایک بہترین سمینار بنام

قیام پاکستان............اور علما کا کردار

منعقد کیا گیا جسمیں تمام مکاتب فکر کو دعوت دی گئی تھی اسکے علاوہ

ضلعی انتظامیہ..کمشنر..ڈی سی او...ڈی پی او

بھی مدعو تھے

اور مجھے وہ گلدستہ دیکھنے کا موقع ملا

امید کی کرن نظر آئی

پروگرام مقررہ وقت پر بصدارت مولنا محمد اقبال رشید سینیئر نائب امیر صوبہ پنجاب

شروع ہوا

مقررین نے اتحاد و اتفاق پر بھرپور زور دیا

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ

اتحاد میں بڑی طاقت اور اخوت ہے۔ کسی ملک کی بقا کا انحصار قومی یک جہتی اور اتفاق پر ہے۔ کوئی جماعت، کوئی ملک، کوئی قوم اقوام عالم کی نگاہ میں عزت و آبرو اور وقار و احترام کا مقام نہیں پاسکتی جب تک کہ اس کے افراد میں یک جہتی اور ہم آہنگی نہ ہو۔ قومی اتحاد کے بغیر ترقی اور خوشحالی کا تصور بھی ایک خام خیال ہے۔ انفرادی اور اجتماعی اقبال ایک خواب ہے۔

جس طرح موج کی قوت کا زور، جوش، تلاطم اور طنطنہ دریا کے اندر رہے، دریا کے باہر موج کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اسی طرح فرد کی اپنی کوئی قوت نہیں ہوتی، فرد تنہا کوئی حیثیت نہیں رکھتا لیکن جب وہ ایک ملت میں گم ہو جاتا ہے تو بڑی قوت بن جاتا ہے۔ اقبال نے قومی اتحاد اور ملی زندگی کی اہمیت کو ایک تعمیر اور بالخصوص اسلامی معاشری کے قیام کے لئے بہت سی جگھوں پر اجاگر کیا ہے۔

ایک جگہ کہتے ہیں

ملت سے اپنا ربط استوار رکھ

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

اقبال مسلمانوں کی اجتماعی روح کی تصویر کو اپنے ذہن میں رکھ کر ایک متحد اور ہم آہنگ زندگی بسر کرنے کی پرزور اپیل کرتے ہیں اور جہاں کہیں مسلمانوں کے اتحاد کے آنسو پارہ پارہ ہوتے دیکھتے ہیں تو خون کے آنسو روتے ہیں۔ مسلمانوں کے انتشار کو دیکھتے ہیں اور دردِ قومی سے چیخ اٹھتے ہیں اور ان کی زبان کی نوک پر اپنے پرسوز شعر آجاتے ہیں

ایک ہی اس قوم کا ایمان بھی ایک حرم پاک بھی

اللہ بھے قرآن بھی ایک، ایک ہی سب کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

دین بھی کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک
ملت اسلامیہ کی رہنمائی کے لئے قرآن حکیم کی شکل میں ایک مکمل ضابطہ حیات موجود ہے۔ جو اتحاد اور ربطِ باہمی کا درس دیتا ہے اور ایک واضح مقصدِ حیات پیش کرتا ہے۔ ایک منزل کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس اس منزل تک پہنچنے کے لئے افراد کو قدم سے قدم ملا کر دوش بدوش گامزن ہونا ضروری ہے اگر وہ متحد و متفق ہو کر آگے بڑھیں تو کوئی بھی مخالف قوت ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ وہ ایک ایسا طوفان بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں جس سے دریاؤں کے دل بھی دہل جائیں گے اور جس کے متحد عزم وارادہ کے آگے پربت رائی ہو کر رہ جائے۔

بقول اقبال

ہیں ضبطِ باہمی سے قائم نظارے سارے
یہ نکتہ ہے نمایاں تاروں کی طرح سے

اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو آمین

سب کچھ بدل سکتا ہے

..... . آج صبح سے ہی طبیعت پریشان تھی...........
ارد گرد دگرد پھیلی ہوئی نفرتیں، تعصب، عدم برداشت..............

بے روزگاری، بڑھتی ڈکیتیاں، بات بات پہ خون خرابہ، اپنے اور غیروں میں فرق ہی مٹ گیا ہے، اغواء برائے تاوان،
کے بڑھتے واقعات، معصوم بچوں کے قتل، ان پر جنسی اور جسمانی تشدد،
ہمسایوں کے آپسی اختلاف، جگہ جگہ پھرتے بھکاری،
قدم قدم پر گندگی کے ڈھیر
تعفن بھری فضاء،
اب سوال یہ تھا کہ یہ سب کچھ بدل سکتا ہے
کیا میں کچھ کر سکتا ہوں
کیا میں ظالم کے ہاتھ روک سکتا ہوں
دوسروں کی اصلاح کر سکتا ہوں
کیا میں انکو اس بات پر راضی کر سکتا ہوں کہ

بھائی اب بس کر دو

کیا ان میں برداشت، حوصلہ قائم کرا سکتا ہوں

کیا میں مذہبی، لسانی، مسلکی، قومی تعصبات، کو دور کرا سکتا ہوں

..... .تو میرے دل نے ان سب کا بڑا ہی مایوس کن جواب دیا

نہیں کر سکتے....... تمہاری اوقات ہی کیا ہے

کتنی تنظیمیں بنیں کتنے لوگ اس کام کو لیکر اٹھے

اصلاح معاشرے پر کتنی کوششیں کی گئیں

مگر ان سب کے باوجود........ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اس جواب نے میری امیدوں پر پانی پھیر دیا میں زیرِ لب بڑبڑا رہا تھا

میں کسی کو نہیں بدل سکتا

میں کسی کو نہیں بدل سکتا

میں کچھ .... بھی نہیں بدل سکتا

..... .اس جملے پر آکر میں اٹک گیا

کیا میں کچھ بھی نہیں بدل سکتا........... تو دل سے جواب آیا

نہیں میں بدل سکتا ہوں..... اپنے آپ کو بدل سکتا ہوں

اپنی تعصب بھری نگاہ کو

اپنے نفرت بھرے خیالات کو

اپنے تشدد بھرے نظریات کو

.... اپنے آپ کو بدل سکتا..ہوں

اپنے گھر کے سامنے پڑی گندگی کے ڈھیر کو ہٹا سکتا ہوں

کسی کی بداخلاقی کا جواب......... اخلاق سے دے سکتا ہوں

اور میں اپنی آمدنی کی جائز زکوٰۃ نکال کر کسی ایک غریب کی کفالت کر سکتا ہوں

اگر میں اسمیں کامیاب ہو گیا تو پھر دنیا بدل جائے گی

محبتوں کی کلیاں کھل اٹھیں گی

بے سکونی سکون میں بدل جائے گی

.... .یہی تو کہا گیا ہے

یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا عَلَیکُم اَنفُسَکُم لَایَضُرُّکُم مَن ضَلَّ اِذَا اھتَدَیتُم

اٹھیئے......معاشرے پر اس سے بڑا احسان ہمارا نہیں ہو سکتا
کہ ہم خود کو بدل دیں

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

آہ.....................................زکریا

میری اس سے ملاقات تقریباً دس بارہ سال قبل ہوئی

.... یہ میرے کزن کا دوست تھا

.... پھر مشترکہ دوست بن گیا...............بڑا ہنس مکھ با اخلاق انسان تھا ہم نے پھر کئی سفر اکٹھے کیے

.... ایک کھاتے پیتے بلوچ گھرانے سے تعلق رکھتا تھا

.... سخی سرور میں انکی اپنی ایک کرش تھی

.... گاڑیاں تھیں چھل پہل تھی

.... دوستوں پر خرچ کرنے والا دوست تھا

.... والد محترم اسکے دیندار اور تبلیغی جماعت کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے

پھر ایک دن خبر ملی کہ انکے والد صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں

اسکی نماز جنازہ میں شرکت کی

.... پھر دنیا کی بھیڑ میں ایسے کھو گئے کہ...... تین چار سال تک ایک دوسرے سے نہ مل سکے

..... ایک دن اچانک بازار میں.........میں نے اپنے کزن کے ساتھ اسے کھڑے ہوئے دیکھا

اب کی بار چہرے پر وہ تازگی نہیں تھی....بجھا بجھا سا چہرہ میلے کچیلے کپڑے

اُن کو دیکھ کر میں بھی قریب پہنچا سلام و دعا کے بعد گلے شکوے بھی ہوئے

وہ مختصر سے جوابات دیتا رہا...............اسکی ہنسی کے پیچھے

.... روتا ہوا دل صاف دکھائی دے رہا تھا

میرا ارادہ انکے ساتھ وقت گزارنے کا تھا پر وہ جلدی میں لگ رہا تھا

....

اسنے جلدی سے اجازت چاہی اور ایک طرف کھڑی پرانی بائیک جس پر مختلف قسم کے شاپر سامان کے لٹکے تھے اسے لے کر روانہ ہو گیا

.... میں اس صورتحال پر حیرت زدہ تھا

.... .اپنے کزن سے اسکی اس حالت کے بارے پوچھا

.... .اس نے کہا یہ سب کچھ لٹا چکا ہے

اپنے والد کی وفات کے بعد اسکی لاابالی طبیعت.......کاروبار کو سنبھال نہ سکی

سب کچھ اس قلیل عرصے میں لٹ چکا

کرش بک چکی گاڑیاں بک چکیں

اب یہ ان دکانوں سے کچھ سامان ادھار لے جاتا ہے

چپس......کرارے.......تل کر پیکٹس میں بند کر کے

.... .یہ در در بیچتا ہے

اللہ اکبر.............وہ کسی بے نیاز ذات ہے

وہ چاہے تو شاہوں کو گدا کر دے

فقیروں کو بادشاہ کر دے

میرے عزیزو کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی ....

اسکی اس آزمائش کا دورانیہ شاید طویل مقرر ہو چکا تھا.................ابھی چند دن پہلے میرے ایک وکیل کزن نے یہ خبر دی کہ......................

.... .پرسوں زکریا بیچارہ اس دار فانی سے رخصت ہو چکا ہے اناللہ واناالیہ راجعون

کیونکہ ہیپاٹائٹس سی نے اسکے جگر کو ختم کر دیا تھا

.... .اور حالات بھی ایسے نہیں تھے کہ وہ کوئی اچھا علاج کر سکتا

ہائے افسوس مقدر بھی کیسے کیسے کھیل کھیلتا ہے

جب ہر تدبیر پر تقدیر غالب آ جاتی ہے

.... .یہ کاغذ کے ٹکرے کیسے بے وفا نکلتے ہیں

جب وقت آتا ہے...................سب سے پہلے یہی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں

میرے عزیز ہم وطنو............کبھی وقت پر گھمنڈ مت کرنا

یہ جب دوسروں کے ہاتھ چلا جاتا ہے تو پھر چیخیں نکلواتا ہے

پاؤں کی جوتی

وہ ساری زندگی عورت کو کھلونا اور پاؤں کی جوتی سمجھتا رہا

.... .پھر ہوا یوں..

. کہ اس کا داماد بھی اسکا ہم خیال نکلا

چراغ کی روشنی

کسی کو اگر چراغ کی روشنی دھندلی نظر آتی ہے

تو یہ اسکی اپنی آنکھوں کا قصور ہے

اسے علاج کی ضرورت ہے

اسکی خاطر چراغ تو نہیں بجھائے جاسکتے نا

نعمتوں کی قدر

انسان اپنے حال پر

مطمئن اور خوش نہیں ہوتا

یا تو شاندار ماضی کو یاد کرتا ہے

یا اچھے مستقبل کے خواب دیکھتا ہے

اپنی چھوٹی سی آزمائش کو

دنیا کی سب سے بڑی تکلیف سمجھتا ہے

چھوٹی چھوٹی پریشانیوں پے ایسا محسوس کرتا ہے

کہ جیسے غموں کے پہاڑ توڑ دیے گئے ہوں

لیکن جب کبھی اس دنیا میں رہنے والے بعض دکھیاری لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ

میری تکلیف تو کچھ بھی نہیں

اپنی پریشانی اسکے مقابلے میں کہیں گم ہو جاتی ہے

آج بلکل اسی قسم کا ایک واقعہ میرے ساتھ پیش آیا

.... کہ میرے ایک جاننے والے نے مجھے فون کیا

مفتی صاحب

.... ایک مسلہ پوچھنا ہے

میں نے عرض کیا ضرور

.... تو کہنے لگا

آج سے تقریباً پانچ سال پہلے میرے بھائی کو حادثہ پیش آیا تھا

اور وہ قومہ میں چلے گئے تھے

اسوقت تو وہ سانس بھی عارضی طریقے سے لے رہے تھے

تو اسوقت میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے بھائی صحت یاب ہو گئے تو میں پچاس ہزار نوافل پڑھوں گا

کچھ عرصہ بعد انکی سانس قدرتی طور پر بحال ہو گئی

مگر اب بھی وہ قومہ میں ہیں

ایک بوڑھی ماں ہے جو بیٹے کی خدمت کرتی ہیں

ابھی تک میری شادی نہیں ہوئی

پانچ برس گزر گئے

کیا میں وہ نوافل ابھی سے پڑھنا شروع کر دوں

اسکے اس سوال نے میری ساری تکلیفوں کو

اسکے سامنے بونا بنا دیا

تصور کی جیئے ایک جیتی جاگتی لاش

جس گھر میں پچھلے پانچ سالوں سے رکھی ہو

انکے ساتھ کیا بیت رہی ہو گی

تو میرے دوستو فرصت کے وقت کو غنیمت سمجھو

میرے والد محترم اکثر ایک شعر گنگنایا کرتے تھے

غنیمت سمجھ زندگی کی بہار

آنا نہ ہو گا یہاں بار بار

جوانی کو بڑھاپے سے پہلے

صحت کو مرض سے

زندگی کو موت سے پہلے

غنیمت جانو.....اور قدر کرو

ورنہ چھن جانے کے بعد نعمتوں کی قدر ہو

.... .تو کیا فائدہ

اب بس کر دو

اپنا ہر جھگڑا

اور ہر مسلہ

اس دنیا میں مٹانے کے چکر میں

اس حد تک جا چکے ہیں

لگتا یوں ہے کہ قیامت پر جیسے کسی کو یقین ہی نہ ہو

.... ایک میدان وہاں بھی سجے گا یار

.... .اب بس کر دو

لمحوں نے خطا کی

صدیوں نے سزا پائی ....

.... .وہ ایک لمحہ تھا کہ جب ایک قوم کے بچوں کو مختلف نصاب تعلیم دیکر............... تقسیم کر دیا گیا

ایک ہی مسلمان قوم... تقسیم ہو گئی...........ہائے افسوس

.... .کتنے ارمانوں سے وطن لیا تھا

.... .کتنے خواب دیکھے تھے

کتنی قربانیاں......... کتنی ماؤں بہنوں... بیٹیوں..... کی بے آبروی

.... .کو سہا تھا

شاعر نے خواب دیکھا تھا........... قائد نے اسکو حقیقت بنایا

..... ہائے نام کتنا عظیم تھا.......پاک لوگوں کے رہنے کی جگہ

جسے ہم لوگوں نے ناپاک کر دیا

پھر تقسیم در تقسیم ہوتے گئے

نصاب تعلیم کے فرق نے مختلف سوچ اور فطرت کے لوگ پیدا کیئے

جو ایک دوسرے کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں

ہر ایک دوسرے کے وجود کو ناپاک سمجھتا ہے

کائنات کے سب سے بڑے جرم کو باعث اجر و ثواب سمجھ کر

ایک دوسرے پر درندوں کی طرح الجھ چکے ہیں

عدم برداشت نے خطے کو جہنم نظیر بنا دیا ہے

دکھ ہیں درد ہیں الجھنیں ہیں

بے سکونی ہے.. وسوسے ہیں

پر ان سب کے باوجود........... آپ سبکو جشن آزادی مبارک ہو

غلام

جس غلام کو اپنی ہی بیڑیوں سے

محبت ہو جائے

اسے آزاد کرنا نا ممکن ہے

خانہ بدوش لوگ

.... کیا کوئی بتا سکتا ہے

کہ خانہ بدوش لوگ جب مرتے ہیں تو انکے جنازے کون پڑھتا ہے

اور کہاں دفن ہوتے ہیں

....

یا میڈیکل کالج والے لے جاتے ہیں

انسان ...انسان سے ڈر گیا

وہ سہما سہما ہوا

ایک کونے میں دبکا ہوا

آنکھوں میں بھی تھا خوف طاری

جسم بھی تھا لرزاں

.... کیا تھا یہ ماجرا

... .نا پوچھو یارو

آج انسان......انسان سے ڈر گیا ہے

غمزدہ بوڑھے کی آپ بیتی

از مکافات عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو ز جو

ایک غمزدہ بوڑھے کی آپ بیتی

میرا نام جاوید
بچپن میں اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ
شریر
.. .ہنسنا ہنسانا....ایک فن
آتے جاتے راہ گیروں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا....ایک مشغلہ
حالانکہ کئی بار اس حوالے سے والد صاحب کے ہاتھوں پیٹا جا چکا تھا
مگر وہ عادتیں ہی کیا جو چھوٹ جائیں
ایک دفعہ اپنے ہمجولیوں کے ساتھ اپنی گلی کی نکڑ پہ کھڑا
اپنی عادتوں کو دھرا رہا تھا
کہ اچانک ایک بوڑھا نابینا آتا دیکھائی دیا
ناجانے کونسا شیطان میری ذہنیت پہ سوار تھا
میرے قدم اسکی جانب بڑھ گئے
جیسے ہی وہ قریب آیا میں نے اپنی ٹانگ آگے کر دی
وہ ایک زردار چیخ کے ساتھ دھڑم زمین پہ گرا
چشمہ کہاں پگڑی کہاں چھڑی کہاں
وہ اپنی بے بسی اور بے چارگی کو برداشت نہ کر پایا اور رونے لگا
مگر میں قہقہے مارتا ہوا ایک جانب چل دیا
وقت یونہی گزرتا رہا
جیسے تیسے تعلیم مکمل ہوئی
جاب مل گئی
چند سالوں بعد شادی بھی ہو گئی
واقعات بھول بھلیوں میں کہیں بچپن کی طرح کھو چکے تھے
آخر وہ دن بھی آیا جب باپ بننے کا خواب پورا ہوا
ہسپتال میں تمامی دوست واحباب جمع تھے
دل میں خوشیوں کی کلیاں پھوٹ رہی تھیں
نرس مسکراتی ہوئی باہر نکلی
اور بیٹے کا باپ بننے پر مبارکباد دی

قدم بے اختیار ہو گئے

جذبات بے قابو ہو گئے

خوشی کے آنسو نکل آئے

آپریشن تھیٹر کی جانب دوڑا پر دروازے پر کھڑی ایک نرس نے روکا کہ ابھی ڈاکٹر صاحب مکمل معائنہ کر رہے ہیں بس پانچ منٹ صبر کر لیں

وہ پانچ منٹ کسی صدی سے کم نہیں تھے آخر کار

ڈاکٹر صاحب باہر آئے اور دبی دبی زبان میں مبارکباد دی

اور اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا

بادل نخواستہ اس کے ساتھ چل پڑا

اسکے کمرے میں پہنچ گئے

ڈاکٹر صاحب نے ایک لمبی تمہید کے بعد

یہ خبر دی

آپکا بیٹا پیدائشی نابینا ہے

یہ قیامت خیز خبر تھی ....

خوشیاں.........رو پڑیں

چند لمحے پہلے جن آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے

اب غم میں بدل چکے تھے

پھر مت پوچھو میں نے اپنے اس بیٹے کو کیسے پالا

.... .وہ چلنے کی عمر میں پہنچا

مگر بغیر ہاتھ پکڑے نہیں

وہ دوڑنے کی عمر میں ایک کونے میں.بیٹھا ہوتا

ایک دن وہ روتا ہوا گھر داخل ہوا

میں بھاگ کر پہنچا دیکھا تو اسکے کپڑے مٹی سے لت پت تھے ناک سے خون بہہ رہا تھا

پوچھنے پر اسنے کہا

پاپا فلاں گلی کی نکڑ پر کھڑے چند آوارہ لڑکوں میں سے ایک نے میرے راستے میں ٹانگ بچھا کر مجھے گرایا ہے

آہ نکل گئی میری

اور اسی لمحے وہ روتے ہوئے نابینا بوڑھے کا چہرہ میرے سامنے آ گیا

سچ کہا میرے رب نے

من عمل صالحاً فلنفسہ و من اساء فعلیہا

خونی رشتے

خونی رشتوں کی تو بات ہی کیا۔ واقعی یہ تعلق "خون" کا ہے، خوں بہانے کا یا خون چوسنے

انکے نام جنہوں نے مرد کو مردود بنانے کی ٹھان رکھی ہے

ظلم ظلم ہوتا ہے

بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

مگر یہاں تو ایسے ظالموں سے پالا پڑا ہے

جو جوتا بھی مارتے ہیں اور

اوی ماں.......اوے ربا........کی دردناک آوازیں بھی نکالتے ہیں

ظالمو جابرو

کیا کبھی دھیان دیا ہے کہ ہماری دنیا میں اس غریب مرد پر کیا گزرتی ہے۔ یہ غریب تو پیدا ہی یہ سوچ کر کیا جاتا ہے کہ آتے ہی[اس دور میں جب کہ انسان کا اکیلے اپنا ہی بوجھ اٹھانا بھی پہاڑ اٹھانے جتنا لگتا ہے] اپنے سے پہلے پیدا کی گئی چھ سات بہنوں کا جہیز اکٹھا کرے گا، ماں باپ کو حج کروائے گا۔ ۔ بہنوں کے سسرال پالے گا۔ ایک ملازم کی طرح ان کی ابرو کے ایک ایک اشارے پر رقص کرے گا۔ کسی بات پر کبھی اعتراض کرے گا تو فوراً دودھ کی بتیس دھاروں کی بلیک میلنگ بھرے گا۔ بہنوں کے آگے بندر کی طرح ناچے گا کوئی بہن اگر ایسی ویسی نکل آئے تو اس کی خاطر کسی کو قتل کر کے جیل بھی جانا پڑے تو جائے گا۔ اور قتل نہ کیا تو قتل ہو کر اپنی محبت کا یقین دلائے گا۔ اول تو یہ کبھی شادی ہی نہیں کرے گا اور اگر کرے گا تو کسی ایسی لڑکی سے جس میں سارے جہاں کی خوبیاں ہوں مگر ہمارے سامنے نوکرانی بن کر رہنا پسند کرے۔ ہمارا ہی جوٹھا کھائے اور ہمارا ہی گائے۔ اگر بدقسمتی سے وہ کسی کا شوہر بن جائے تو پھر ظلم و تشدد کا وہ دور شروع ہوتا ہے
جس کا انجام صرف اور صرف موت ہوتی ہے

وہ بیچارہ ماں کی جانب جائے گا تو بیوی سے کھری کھری سنے گا۔ اور اگر بیوی کی جانب جائے گا تو ماں کی گالیاں مقدر۔ اپنے ہی بچوں کو اس ڈر سے اپنی گود میں لیکر کھلم کھلا پیار نہیں کر سکتا کہ بہن کو پتنگے لگ جائیں گے ماں ڈنڈا لیکر ذلیل کرے گی کہ ہائے ہائے بے شرم ماں بہنوں کو دکھاتا ہے کہ تو بھی بچوں والا ہے۔ ان سب سے نپٹ لے تو کئی بار بیوی ہی اپنی چادر پھاڑ کر پاؤں ایسے باہر نکال لینا چاہتی ہے کہ اس کی نمود و نمائش کے لیئے مرد بیچارہ مقروض ہو کر چاہے خون ہی تھوکنے لگے۔ شوہر نے بیوی کو مارا یہ تو سب مانتے ہیں لیکن کیا شوہر جو اپنی بیویوں کے ذہنی طور پر ہی نہیں بلکہ جسمانی تشدد کا شکار بھی ہوتے ہیں۔ اس تمام ظلم و ستم کا کبھی کہیں کوئی تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ شاید اس لیئے کہ اس سے مرد اپنی عزت کو کم ہوتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ لیکن کیوں؟ ظلم کہیں پر بھی ہو کسی پر بھی ہو۔ اسے ہر صورت بے نقاب کیا جانا چاہیئے۔ ابھی پچھلے ہی دنوں ایک پاکستانی خاتون نے اپنی ماں کا غلام نہ بننے پر اپنے شوہر کو دانتوں سے کاٹ کر بری طرح ذخمی کر دیا۔ جب کہ اس خاتون کا پہلا شوہر اپنی شادی کے ایک ماہ کے اندر ہی اسے طلاق دے کر بھاگ گیا تھا۔ اور یہ سب جانتے ہوئے اس خاتون کو ایک بیٹی سمیت قبول کرنے کا اس مظلوم شخص نے حوصلہ کیا۔ ایسی اور بھی بہت سی مثالیں ہمارے ارد گرد بکھری پڑی ہیں۔ مردوں کے ساتھ ایسا شرمناک سلوک کرنے والی بیویوں کا نہ صرف سوشل بائیکاٹ کیا جانا چاہیئے بلکہ انہیں بغیر کسی رُو رعایت کے پولیس کے حوالے بھی کیا جانا چاہیئے۔ کیوں کہ یہ ہی سزا ہم ایسا کرنے والے مردوں کے لیئے بھی تجویز کرتے ہیں۔ تا کہ باقی ایسی خواتین کو بھی عبرت حاصل ہو۔ مرد کو بھی کسی بھی رشتے میں گدھا نہ سمجھا جائے بلکہ وہ بھی ایک دھڑکتا ہوا دل رکھنے والا گوشت پوست کا انسان سمجھا جائے۔ اس کے دل پر لگنے والی چوٹ پر بھی مرہم رکھا جانا چاہیئے۔ ماں کو بھی چاہیئے کہ بیٹے کو ایک نعمت سمجھے نہ کہ لاٹری کا کوئی ٹکٹ۔ بہنیں بھی بھائی کو ایک شفیق سایہ سمجھیں نہ کہ ایک ملازم اور ڈاکو۔ اور بیویوں کو بھی بتائیں کہ پیاری بہنو اور بیٹیو یہ مرد شوہر کے روپ میں آپ کے سر کی چادر ہیں جو آپ کی عزت کی حفاظت کرتے ہیں آپ کو زمانے کے سرد و گرم اور بری نظروں سے بچاتے ہیں۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے اچھی عورت وہ ہے کہ جب اس کا شوہر اسے دیکھے تو خوشی محسوس کرے۔ اور یہ بھی کہ شوہر کی نافرمان عورت کی کبھی بخشش نہیں ہو گی۔ خدا کرے کہ ہم دنیا سے زیادہ خدا کا ہی خوف کر لیں۔ آمین

بے بسی .... کی انتہا

زندگی میں ہر خواہش کیونکر پوری ہو سکتی ہے

خواہش میں کئی خواہشات چھپی ہوتی ہیں

..... . عروج و زوال.... خوشی اور غم

صحت اور مرض........ سب رنگ..... سب ذائقے انسان

چکھتا رہتا ہے

.....

پر ایک مسلمان...... کبھی مایوسی کا شکار نہیں ہوتا

ان مع العسر یسری.......... یہ ایک جملہ اسکی امیدوں کو زندہ رکھتا ہے

دعائیں....... اسکی زندگی کا ایندھن بن جاتی ہیں

سب در بند ہوں تب بھی وہ جانتا ہے کہ اک در ہے جو بند نہیں ہوتا

ہر عدالت بک جائے

پر اسے یقین ہوتا ہے

رب کی عدالت ابھی باقی ہے

کتنی بار میری خواہشیں زخمی ہوئیں

اور دل پریشان ہوا

پر دعاؤں نے وہ آسودگی بخشی

کہ میں پھر سے جی اٹھا

بے بسی....مایوسی

کے بادل چھٹ گئے

زندگی پھر سے رنگین ہو گئی

..... .ہائے رے ملحد

کہ جب تک عروج ہے....خوش ہے

صحت......تو غرا ہے

لیکن جو نہی دوسرا دور شروع ہوتا ہے

تب وہ مایوس ہو کر مر جاتا

اب تو وہ دعا بھی نہیں کر سکتا

.... .بیٹے کی لاش کے پاس بیٹھا بے بس

اسکے لئے دو بول طلب مغفرت کے بھی نہیں بول سکتا

درد کی جب کوئی ٹھیس آٹھے

..... .ہائے اللہ بھی نہیں کہہ سکتا

اتنا بھی نہیں کہ مجھے آرام آجائے

ناوہ بدعا کر سکتا ہے

.... .نہ ہی دعا

.... .اس جیسا بے بس بھی کوئی ہو سکتا ہے کیا

... . قابل رحم لوگ

... . قابل ترس.....افراد

یااللہ ہمیں ہدایت کاملہ نصیب فرما

آمین یارب العالمین

بیچارگی

شوہر نے پہلی بار اپنی نئی نویلی دلہن کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا شروع کیا تو پہلے ہی لقمے میں اس کی حالت خراب ہو گئی۔لقمہ اس کے منہ سے باہر آ گیا۔اور اسے قے آتے آتے رہ گئی۔

اس نے بے چارگی سے کہا بیگم میں یہ کھانا ہر گز نہیں کھا سکتا مروت کے مارے اس نے بیگم کو یہ نہیں بتانے کی کوشش کی کہ کھانا کتنا بدزائقہ ہے۔

بیوی اطمینان سے بولی کوئی بات نہیں' میں نے کھانا پکانے والی ترکیبوں میں یہ بھی پڑھا ہے کہ بچے ہوئے اور باسی کھانوں سے نئی ڈش کیسے تیار کی جاتی ہے۔

'' یہ سن کر شوہر خوفزدہ انداز میں نہایت بے بسی کی حالت میں ہاتھ دوبارہ کھانے کیطرف بڑھاتے ہوئے بولا

' نہیں نہیں ٹھیک ہے' میں یہی کھانا کھالیتا ہوں۔

ناموس کی حفاظت

..... .ایک طوائف اپنے آشنا سے ملنے گئی

آشنا نے دیکھا کہ اسنے جیب میں خنجر رکھا ہوا ہے

تو پوچھا.......یہ کس لیئے

طوائف نے جواب دیااپنی ناموس کی حفاظت کے لیے رکھاہوا ہے ....

ہم نے بھی ایٹم بم اپنی ناموس کی حفاظت کے لیے رکھاہوا ہے خبردار کسی نے غلط نگاہ سے دیکھاتو ... .

ویگن کی ورزش

ہمارے ایک دوست کو عجیب ساشوق ہو چلاہے۔ جب بھی فارغ وقت ملے، مسلسل گردن جھکائے کھڑے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی بہت دیر تک کسی درخت کی ٹہنی پکڑے رہتے۔ اکثر و بیشتر بغیر کسی مقصد کے بازار میں کسی مجمع میں شامل ہو کر سانس روکنے کی مشق کرتے ہیں۔

آخر جب ہماری حیرت حد سے زیادہ ہو گئی، تو اُن سے پوچھ ہی لیا کہ یہ اتنی سخت سخت مشقیں کیوں کر رہے ہو؟ کہنے لگے "یہ تو میں مستقل کرتا ہوں کیونکہ مجھے روزانہ ویگن میں سفر کرنا ہوتا ہے۔ ویگن میں صرف وہی شخص سفر کر سکتا ہے جو ہر طرح "پروف" ہو... یعنی واٹر پروف، شاک پروف، ہوا پروف، لائٹ پروف اور پروف ہی پروف۔ اگر ویگن میں سفر کرنا ہو، تو گردن کا ایکسل اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ اس کو خواہ کتنا ہی جھکایا جائے، ٹوٹ نہ پائے۔ گردن ہو تو ایسی کہ اگر اس کے اوپر کچھ گردنیں مع سر کے لاد دی جائیں، تو بچاری اُف نہ کرے... اور... ہاں بازو ہوں، تو ایسے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ ہلنے جلنے پر ضد نہ کریں۔"

یقیناہمارے دوست کا بیان بالکل صحیح تھا۔ کیونکہ ایک دفعہ ہم نے بھی تجربہ کیا۔ ہم سواری کے انتظار میں کھڑے تھے۔ اچانک ایک ویگن ہمارے سامنے رکی۔ دروازہ کھلا، دیکھا کچھ لوگ اندر حالت رکوع میں ہیں... کچھ ایسے بیٹھے تھے جیسے ابھی اترنے والے ہوں۔ کچھ چہرے کی شکنیں بار بار سیدھا کرنے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ کسی طور سفر سے لطف اندوز ہو سکیں۔ ہم نے اسٹاپ پر کھڑے ہی کھڑے یہ منظر دیکھا۔ ہمارے قدم پیچھے ہٹ گئے۔

ڈرائیور نے کنڈکٹر سے کہا "سواری باہر کھڑی ہے، اس کو بھی اندر لے آ۔" کنڈکٹر بولا "جگہ نہیں ہے۔" ڈرائیور بولا "اڑالے، سنگل پسلی ہے۔ اڑالے، سوالاکھ جگہ ہے۔" یہ ہدایت پاکر کنڈکٹر نے ایک ہاتھ سے ویگن کا دروازہ پکڑااور دوسرا ہاتھ کمر میں ڈال کر ہمیں اس طرح اٹھایا جیسے ریکٹ سے شٹل کاک اٹھا رہاہو۔ یوں ہم بھی ان لوگوں کی صف میں شامل ہو گئے جنھیں ویگن میں سفر کرنے پر فخر تھا۔ کہنے کو تو ہم ویگن پر سوار تھے لیکن سچ پوچھیے، تو وہ ہم پر سوار تھی... بہر حال خوش تھے کہ ہمارا شمار بھی ویگن کی سواریوں میں ہونے لگا۔ ہم نے اپنا ہاتھ نشست کے تکیے پر رکھنا چاہا، تو آواز آئی "ہائے... ہائے..."

ہم حیران کہ یہ کیسی نشست ہے جس میں سے انسانی آواز آرہی ہے... لیکن وہ نشست نہیں بلکہ ایک مسافر کا کندھا تھا... بہر حال ہاتھ تو کہیں نہ کہیں رکھنا ہی تھا، اس لیے اٹھا کر دوسرے مسافر کے کندھے پر رکھ دیا۔ کبھی کبھی ہاتھ اٹھا کر اپنی گردن پر بھی رکھ لیتے، صرف یہ تصدیق کرنے کے لیے کہ

وہ واقعی سر سے جڑی ہوئی ہے یا نیچے گر گئی... نیچے جھک کر بھی دیکھ سکتے تھے، لیکن اگر ایسا کرتے، تو کوئی دوسرے مسافر بھی ہمارے ساتھ اڑ... ر... دھم کر کے نیچے گر جاتے... اس لیے جذبۂ خدمتِ خلق کے تحت ہم نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا۔

ابھی کچھ دور ہی بڑھی تھی کہ کنڈکٹر نے بڑی شد و مد سے کرائے کا مطالبہ کر دیا۔ ہم ایسی حالت میں نہیں تھے کہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈال سکتے کیونکہ بالکل مجسمہ بنے ہوئے تھے۔ یہ بہر حال ممکن بلکہ بہت صحیح اندیشہ تھا کہ ہم جیب میں پیسے نکالنے کے لیے ہاتھ ڈالیں، تو ہاتھ کسی دوسرے مسافر کی جیب میں پہنچ جائے... اس اندیشے کی وجہ سے ہم نے کنڈکٹر سے مہلت چاہی کہ جب ہم اتریں گے، تو کرایہ دے دیں گے۔ کنڈکٹر نے ہماری درخواست قبول کر لی۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایک لمبی نشست پر بیٹھے کچھ لوگوں سے کہا ''ساتھ ساتھ ہو جائو... ساتھ ساتھ ہو جائو۔''

جب وہ مسافر اپنی جگہ سے نہ کھسکنے کے برابر کھسک گئے، تو کنڈکٹر نے ہماری طرف ہمدردی کی نگاہ سے دیکھا اور کہا ''بابو جی! آپ یہاں بیٹھ جایئے۔'' ہم نے پوچھا ''کہاں بیٹھ جائیں؟'' کہنے لگے ''یہاں ہی... یہ ''سیٹ'' ہے۔'' ہماری آنکھیں کوئی نشست تلاش نہ کر سکیں۔ کنڈکٹر نے بہر طور ہمیں بہ نفس نفیس اس جگہ بٹھایا جس کو وہ ''نشست'' کہنے پر مصر تھے... ابھی کچھ ہی دیر اس نام نہاد ''سیٹ'' پر بیٹھے تھے کہ کنڈکٹر نے ہم سے کہا ''بابو جی! آپ پچھلی ''سیٹ پر آ جایئے۔

ہم کئی مسافروں کو پھلانگتے اور رگیدتے ہوئے پچھلی ''سیٹ'' پر پہنچ بیٹھ بلکہ اڑ گئے... خوش تھے کہ چلو بیٹھنا تو نصیب ہوا۔ ابھی صحیح طرح بیٹھ بھی نہ پائے تھے کہ کنڈکٹر نے کہا ''بابو جی... یہ کچھ نئی سواریاں ہیں... آپ ایسا کریں کہ اگلی ''سیٹ'' پر آ جائیں۔'' ہم بغیر چوں و چرا کیے اگلی نشست پر آئے اور تقریباً بیٹھ گئے... غرض ایک نشست سے دوسری پر دوسری سے تیسری، تیسری سے چوتھی پر ہم مسلسل نشستیں بدلتے رہے۔ اس کام کے لیے ہمیں ویگن کے اندر اتنا چلنا پڑا کہ یقین جانیے... اگر اتنا پیدل چلتے تو نہ معلوم کب کے منزل مقصود تک پہنچ جاتے۔

وجود کا مقصود

تعجب ہے اس موجود پر
جو اپنے وجود کا مقصود
نہیں سمجھتا
اگر سمجھتا ہے تو اس پر عمل نہیں کرتا

''بے روزگاری ماں ہے جس کا ایک بچہ لوٹ مار اور ایک بچی بھوک ہے۔'' ہمارے ہاں اس زچہ بچہ کی صحت کا بہت خیال رکھا جاتا ہے''

کافر سمجھا

.......کے کہانی ختم

......

پر رب کہتا ہے

..........زندگی تو اب شروع ہوئی

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

موت تو ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتی ہے

تو...کی....جانڑے...وے....ظالما

تو...کی....جانڑے...وے....ظالما

بال کیویں...پلدے........نیں

وہ کل جب گھر آئے تو ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پودا تھا

عمر بیٹا...........آتے ہی آواز لگائی

...جی بابا

.....بیٹا امی کہاں ہیں.....جی وہ کچن میں ہیں...اور باجی اپنا ہوم ورک کر رہی ہیں...پر آپکے ہاتھ میں کیا ہے

....جواب مع سوال ایک ہی سانس میں

........بیٹا یہ جامن کا پودا ہے

سب کو بلاؤ.....اسے ہم اپنے لان میں لگاتے ہیں

یوں وہ پودا مستقل انکے گھر کی زینت بن گیا

دونوں بچے تو جیسے اسکی خدمت کے لیے وقف ہو گئے

سکول سے آتے ہی اسکی دیکھ بھال شروع ہو جاتی

دن گزرتے رہے وہ بڑھتا رہا

وہ دن بھی آیا کہ وہ ایک سایہ دار درخت بن گیا

ایک خاص ساہو گیا تھا اس درخت سے.....اسکی چھاوں......ایک تسکین بھری

... .اس سے ٹکراتی ہوائیں....اسپر بیٹھے چہچہاتے پرندے

..... .ہر چیز پر لطف

پر اس سال ہونے والی مسلسل بارشوں اور آندھیوں نے ارد گرد تباہی مچار کھی تھی

.... .ایک زور دار آندھی نے انکے گھر پر بجلی ہی گرا دی

...... .وہ تن آور درخت اپنے قدم نہ جما سکا اور دھم سے گرا

اس دھماکے پر سب گھر والے پریشان ہو کر باہر نکلے

...... .سامنے گرے درخت کو دیکھا

... .سب آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں

.... .عمر اور اریبہ تو زور و قطار رونے لگے

.... .عمر کے بابا نے سمجھانے کی کوشش کی

.... .بیٹا ہم اور درخت لگا لیں گے

... .پر بچوں کی زبان پر....صرف یہی باتیں تھیں.....ہم نے کتنی محنت کی تھی

..... .سردی گرمی سے بچائے رکھا تھا

... .بڑی مشکل سے تو اب یہ بار آور ہوا تھا

.... .ابھی تو پھل بھی لگنے ہی لگے تھے

.... .بہت غمگین کر گیا تھا اک بے جان سا درخت...........

پر سنیے انسان کا بچہ تو اس سے بھی بڑی مشکل سے پلتا ہے

ماں باپ......اس کی خاطر.....اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں

.. .اپنی دولت

... .اپنی صحت

.. .اپنا سکون

... .اپنی نیند

..... .بچے کی ایک پکار..........اسکی ایک آہ

..... .انکی چیخیں نکلوا دیتی ہے

..... .پھر ایک ظالم گھر سے نکلتا ہے

.. .اور اس محنتوں... مشقتوں.... بڑی ریاضتوں

..... .بڑی حسرتوں....... بڑی امیدوں...... سے پالے گئے

.... .اس نوجوان کو پچاس روپے کی ایک گولی سے...... ہمیشہ کے لیے سلا دیتا ہے

یو ایک بوڑھا اپنے جوان سالہ مقتول بچے کی لاش کے سرہانے بیٹھا

یوں چیخ رہا تھا

تو کی جانڑے وے ظالما

بال کیویں پلدے نیں

۔ بھاگ دوڑ

جنگل میں ایک بکری بڑی پریشان گھوم رہی تھی، پیڑ پر اسے ایک بندر دکھائی دیا بکری نے اس سے کہا 'بندر ماما! میرے بچے کو بچالو، بھیڑیا اُسے ابھی کھا جائیگا، وہ اُسی طرف جا رہا ہے'۔ بندر نے کہا 'تم پریشان نہ ہو، میں ابھی دیکھتا ہوں اور یہ کہتے ہوئے اُس نے چھلانگ لگانا شروع کر دیا۔ اِس ڈال سے اُس ڈال، کبھی اُوپر کبھی نیچے، کبھی اِس پیڑ پر کبھی اُس پیڑ پر غرض وہ برابر اُچھل کود کرتا رہا۔ اسی بیچ بکری رونے لگی اور بندر سے بولی تم نے ہمارے بچے کو بچایا نہیں، اور بھیڑیا اُسے کو کھا گیا۔ بندر رک کر بولا 'اب اس کی موت ہی لکھی تھی تو کیا کیا جا سکتا تھا ویسے میری دوڑ بھاگ میں کہیں کمی رہی ہو تو بتاؤ'۔

.... .واقعی میاں صاحب آپکی بھاگ دوڑ میں کوئی کمی نہیں مرنا غرق ہونا تو انکے نصیب میں تھا

ایک انسان کئی چہرے

....

ہر چہرے کے لوازمات الگ

... .ماحول الگ

..... .دوست الگ

..... .دشمن الگ

.... .کپڑے الگ

... .جوتے الگ

.... .موبائل فون الگ

...... .باتیں الگ

..... .تاثرات الگ

پھر سب کو میچ کرنے میں

اسکی تگ ودو............اسکی بھاگ دوڑ

پھر گلہ ہے رب سے

بے چینی ہے بے سکونی ہے

ملحد

کی ہوشربا کہانی ....

..... .مولانا مظہر الحق کی زبانی

وہ چار ماہ قبل ہمارے محلے میں تشریف لائے

انتہائی سلجھے ہوئے بڑے متمدن قسم کے آدمی تھے

آتے ہی لوگوں کے دلوں کو اپنے اخلاق سے جیت لیا

بڑے کیا بچے جوان بوڑھے انکے گرویدہ ہو گئے

نہایت سخی اور فیاض قسم کے آدمی تھے

سارا دن انسانیت کا پرچار کرتے گزر جاتے

بچوں میں سارا دن ٹافیاں بسکٹ سلنٹیاں تقسیم کرتے

محلے کی جامعہ مسجد میں ہر جمعرات کو ایک دیگ بریانی کی تقسیم فرماتے

ذات پات کے بارے کچھ زیادہ تو نہیں معلوم ہو سکا پس وہ اپنے نام گرامی سے پہلے چودھری کا لفظ استعمال کیا کرتے یوں وہ چودھری صاحب مشہور ہو گئے

چودھری صاحب سے بات چیت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک نہایت

متمدن اور دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں

راولپنڈی کے رہائشی ہیں اب یہاں کوئی فیکٹری لگانا چاہتے ہیں

ماڈل ٹاؤن میں رہائشی پلاٹ لیا ہے اسپر کوٹھی زیر تعمیر ہے

اسلئے چندماہ کیلئے کرایے کے مکان میں رہائش پذیر ہیں

کچھ شکی عناصر نے انکے بارے شکوک شبہات کا اظہار کیا

تو جب ان کے شکوک کے بارے چودھری صاحب کو علم ہوا

تو انہوں نے ہاتھ پکڑ کر زیر تعمیر کوٹھی کا معائنہ کرایا

ہر قسم کے شکوک دور ہو گئے

رمضان المبارک کے آیام شروع ہو گئے

... . اب انکی سخاوت تو جیسے حاتم طائی کے ساتھ مسابقت کرتی نظر آنے لگی

ایک ہمسائے کے گھر میں باقاعدہ عورتوں کے پروگرام شروع ہو گئے

مسجد کے اندر کچھ تعمیراتی کام ادھورے تھے

اسمیں انکی دلچسپی نظر آنے لگی

اس مد میں انہوں نے

کچھ رقم خطیب صاحب کو بھی پکڑائی

یوں آخر کار رمضان المبارک کے آخری ایام بھی آن پہنچے

ایک دن انہوں نے بہت بڑی افطار پارٹی کا اہتمام کرانے کا عندیہ دیا

دن مقرر ہوا......... تیاریاں عروج پر تھیں قورمے کے دیگیں ہمہ قسم فروٹ

آج انہوں نے بہت سے فلاحی کام کیے

ایک ہمسائے سے جو اپنا پرانا رکشہ بیچنا چاہتا تھا

اسکی قیمت خرید پر...... یعنی جیسا اسنے 6 ماہ پہلے خرید اتھا وہ لے لیا چند غربا کو مکمل عیدی کپڑے وغیرہ خرید کر دیے

آخر کار ہفتے کا دن آن پہنچا

بجے دن کو چودھری صاحب باہر گلی میں اضطراب کی حالت میں خطیب صاحب کو 9

ملے

....

پوچھنے پر بتا میری چیک بک ختم ہو گئی

اور جب میں نکلوانے پہنچا تو انہوں نے کہا چونکہ ہیڈ آفس سے آتی ہے

اس لیئے دو دن لگ سکتے ہیں

اور میرا کچھ سامان پنڈی سے آ رہا ہے

کچھ فرنیچر وغیرہ

لاکھ روپے ضرورت پڑ گئے پریشانی یہ ہے 3

گھر صرف 25000 تیس ہزار ہی پڑے ہیں

اور مجھے کافی شرمندگی محسوس ہو رہی ہے

ایسا معاملہ تو زندگی بھر پیش نہیں آیا

خطیب صاحب نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں کچھ پیسے میرے پاس موجود ہیں

وہ لے آتا ہوں.......باقی کا انتظام بھی ہو جائے گا

یوں انہوں نے اطمینان کا اظہار کیا

اگلہ دن اتوار کا تھا اور رات کو چودھری صاحب کی طرف سے افطاری تھی

اور یہ سارا انتظام ایک دن کے ادھار پر تھا

رات کی افطاری بڑی بہترین ہوئی چوہدری صاحب کی تو بلے بلے ہو گئی

انکی فیاضی کے چرچے ہر خاص و عام کی زبان پر تھے

صبح پیر کے دن 9 بجے تقریباً ہر کسی کے ساتھ ٹائم طئے تھا

پکوان.....منڈی کا اڑھتی......ٹینٹ والے

...... .خود خطیب صاحب

..... .رکشہ بیچنے والا

دس بجے تک چودھری صاحب تشریف نالائے

فون کرنے پر بتایا وہ ماڈل ٹاؤن والے مکان پے گئے ہیں

سامان لیٹ پہنچا اسکی سیٹنگ وغیرہ کرا رہے ہیں

بجے تک وہ نہ آئے 11

خطیب صاحب کو تفشیش ہوئی اور انکے ایک دکاندار دوست سے انکے بارے تسلی کرنے پہنچے

.... دکاندار جو پہلے بھی کئی دفعہ خطیب صاحب کی اس شک بھری باتوں پر دلائل دے چکا تھا اس دفعہ تو کچھ زیادہ ہی جوش میں نظر آیا

آخر کار دو بج گئے

پکوان اپنی رقم لینے پہنچ گیا ٹینٹ والے آ گئے

فروٹ والے نے فون پر رقم کا مطالبہ کر دیا وجہ یہ تھی

کہ چونکہ چودھری صاحب تو باہر کے تھے

اور یہ سب سامان جو گزشتہ روز افطاری کے لئے خریدا گیا تھا

وہ سب اہل محلہ کی شخصی ضمانتوں پر تھا

کسی نے دیگوں کا آڈر دیا تھا

کسی نے فروٹ کا کسی ٹینٹ وغیرہ کا

خلاصہ 3 بجے چودھری صاحب کا فون بند ہو گیا دکاندار نے ایک اور انکشاف جو وہ اس ڈر سے کہیں چودھری صاحب اور میری دوستی کے درمیان دراڑ نا آ جائے چھپائے رکھا تھا وہ آخر کار منکشف فرما دیا کہ صبح چودھری صاحب جاتے وقت کرائے والے مکان کی چابی مجھے دی تھی کہ میرے کچھ رشتہ دار .... آرہے ہیں پنڈی سے اسے یہ سپرد کر دیں چونکہ میں بیگم کو ساتھ لے جارہا ہوں جو وہاں سیٹنگ میں میری مدد کریں گی

اسپر پہلی مرتبہ اہل محلہ کو کچھ دال میں کالا محسوس ہوا

..... دو بندے موٹر سائیکل پر چڑھ کر ماڈل ٹاؤن والے مکان جا پہنچے مکان کھلا تھا باہر ایک انجان آدمی

... کچھ صفائی کر رہا تھا

اس سے چودھری صاحب کا پوچھا گیا

تو کہا یہاں تو کوئی چودھری نہیں رہتا

ہاں ایک آدمی مکان خریدنا چاہتا تھا

ہم دیکھانے کی غرض سے اسے چابی دی ہوئی تھی

کہ وہ اچھی طرح خود بھی اور اپنی فیملی کو بھی دیکھا دے

... پر وہ ہمیں فراڈ یا لگا ہم گزشتہ روز اپنی چابی واپس لے لی

..... یہ سن کر..... تو اہل محلہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے

یوں وہ چودھری صاحب تین لاکھ کا مردم بیدار ٹیکہ لگا کر

نئے بے وقوفوں کی تلاش میں روانہ ہو گئے

.... اب آتے ہیں عنوان کی طرف

بیٹا خوف خدا ہی وہ چیز ہے....... جس سے بندہ بندہ بن کر رہتا ہے

.... ملحد

.. . کس سے ڈرے بھلا

حرام خوری اور حرام کاری

حرام خوری اور حرام کاری کا چسکا ہی اتنا

کتا ہے جسکو لگ جاتا ہے

سو حلال کاروبار............ انتہائی فائدہ مند بزنس

اسکی بھوک کو ختم نہیں کر پاتے

وہ پھر بھی چوریاں لوٹ مار

دھوکہ دھونس رشوت

زکوٰۃ خیرات کو بھی باپ کا مال سمجھ کر ہڑپتا رہتا ہے

اور حرام کار بھی چار چار شادیاں کر لے پھر بھی

کسی کتے کی طرح

ہر گھر... میں تانک جھانک جاری رکھتا ہے

سیلاب آنے کو ہیں

اور اسمیں حراموں خوروں اور حرام کاروں کی چاندنی ہونے والی ہے

سنا ہے وہ رات گئے تک دعائیں مانگ رہے ہیں

اللہ میاں..... پچھلی دفعہ بھی مزا نہیں آیا تھا

....

فلاں زمین نہیں خرید سکا تھا

کوٹھی ابھی تک ادھوری ہے

گاڑی کا نیا ماڈل آ گیا ہے

میرا چھوٹا بچہ اب روز کہتا ہے بابا مجھے وہ والی گاڑی چاہیئے

صبر کرنا...... اور صبر آجانا

ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے

اصل کمال تو آزمائشوں مصائب اور پریشانیوں میں صبر کرنے میں ہے

ورنہ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ صبر آہی جاتا ہے

قوت برداشت

اگر تمام مکاتب فکر اپنے اندر قوت برداشت پیدا کرلیں

اور جسطرح اپنی کمزوریوں کو تاویلات کرکے

حق اور سچ بناتے ہیں

جیسے اپنے قبلہ رو پیشاب کرتے چھوٹے بچے کے بارے یہ تاویل فرماتے ہیں

جاکے ویکھ لو پاجی

نئو........کا رخ مڑا ہوا ہو گا

اسطرح دوسروں پر بھی نظر کرم فرمالیں تو سارا جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا

پر ایسا نہیں کیا جاتا

بلکہ کسی طرف بھی وہ پیشاب کرے کسی پیر صاحب کے مقبرے کا گستاخ ٹھہرتا ہے

ایسے ہی ایک دیہاتی جب جنوب کی طرف منہ کرکے بیٹھا کسی نے کہا اوے کنجرا اس طرف تو میرے سائیں دا مزار اے

شمال کی کسی اور نے ٹوکا مشرق پر کسی اور نے

مغرب پر کسی اور نے

تو آخر وہ تنگ آکر پیشاب کرتے ہوئے گھومنے لگا اور چلا چلا کے کہنے لگا

اساں ساریاں دے غلام..... اساں ساریاں دے غلام

بے عمل اور جاہل پیر

اپنے مریدوں کو کنویں کا مینڈک بنانے کے سارے حربے استعمال کرتے ہیں وہ بچارے ساری زندگی اسکو سمندر سمجھ کر ڈبکیاں غوطے شوطے کھاتے رہتے ہیں... پیر سائیں

اس خوف سے کہ اگر باہر جھانک کر دیکھا

تو کنویں کا کھڑا بدبو دار میلا غلاظتوں سے بھرا پانی ایک دن بھی نہیں رہنے دے گا

خود کو ظاہری عطروں سے معطر رکھتے ہیں

بعض کے بارے تو سنا ہے کہ ایک دن میں پوری شیشی تک لگا لیتے ہیں

مشورہ کس سے کریں

ظالمو اب بندہ زبان بھی نا کھولے

....

ایک بندے نے ایک صاحب سے مشورہ کیا .

جناب فلان جگہ ایک اچھا رشتہ ہے

میرا ارادہ لگتا ہے

آپ کیا کہتے ہیں

سوچنے کا وقت مانگا

اور مشورہ مانگنے والے سوچتے رہے

وہ دل والے بن کر دلہنیا لے گئے

ایک بندے نے پوچھا جناب ہوٹل والا کام چمکنے لگا ہے فلان جگہ تو سب سے زیادہ موزوں ہے

جگہ بھی خالی پڑی ہے

آپ کیا کہتے ہیں

اتنے نقائص بیان کیے

کہ ہوٹل کے نام سے ہی چڑ ہو گئی

گدھوں کے گوشت کی بو آنے لگی

دوسرے ہفتے جناب مشیر صاحب نے منجھلے بیٹے کو

اس جگہ زبردست ہوٹل کھلوا دیا

ایک مخیر نے کہا جناب کچھ رقم ہے وہ غربا میں دینا چاہتے ہیں

فلانے کی ٹرسٹ ہے دے نادوں

ایسی ایسی بھیانک بھیانک تعبیرات بیان کیں جناب ٹرسٹی کی کہ انکی ہنسی بھی زکوۃ کی لگنے لگی

اور اگلے ہفتے

ماشاءاللہ ایک عدد ٹرسٹ کے چیئر مین بن گئے

حد ہے یار

آپ بھی مشورہ صرف سہہ روزہ کی جماعت میں ہی کیا کرو کہ بھائی آج تعلیم کون کرے گا سالن کون پکائے گا

باقی کا سوچنا بھی مت

حجام کے ہاتھوں حجامت

کھوسہ صاحب آج جب تشریف لائے تو

رومال سے ادھا منہ سوائے ناک کے چھپار کھا تھا

میں نے سوچا شاید آج منہ دیکھائی کے پیسے لینے کے چکر میں ہیں

میں نے دیدار کرنے طلب صادق بڑی لجاجت کے ساتھ دیکھائی

وہ تھوڑا شرمائے

پر پھر نہایت سنگدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیدار کرانے سے منع کر دیا

تو میں نے سابقہ حملہ آزمایا کہ لگتا ہے کہ چنگبری چھائیاں

منہ تک آگئی ہیں

اس بات پر انہوں نے فورادر عمل دیا

اور نقاب کشائی فرمائی

میرا تو ہانسا ہی نکل گیا

یہ کس نے جلم کیا جالم

فرمایا ڈاڑھی کا کچھ اسٹائل چینج کرنے کا ارادہ تھا

پر نائی نے جو استرا ٹھوری کے نیچے رکھا تو آخری کنارے پر جا کر چھوڑا

یوں لگتا تھا کسی کلین شیو نے دھاگے پر بال باندھ کر

منہ پر لپیٹ رکھے ہوں

میں نے ہنستے ہوئے کہا فورا رومال لپیٹ لو کھوسہ صاحب

اب آپ منہ دیکھانے کے قابل نہیں رہے

حجام نے جو آپ کی حجامت کی

اب تم سعید سے زیادہ شقی لگتے ہو

اسوقت تک چھپے رہنا جب تک تمہارے بال نا اگ آئیں

یا یہ فیشن نہ بن جائے

کیونکہ ڈاڑھیوں پر جو ڈاڑھ آزمائیاں ہو رہی ہیں

ایسا ہو بھی سکتا ہے

تم ٹیکس کھا کے عزت دار اور وہ چندہ لے کے خوار

حکومت اپنی شاہ خرچیوں کو پورا کرنے کے لیے بھاری بھر کم

ٹیکس لگا کر زبر دستی قوم سے بھتہ وصول کرے تو جائز

پرائیویٹ اسکولز بھاری بھر کم فیسیں وصول کریں

تو قوم کی خدمت

میراثی... بھانڈ... اور گویے

ہسپتال بنانے کے نام پر زکوۃ اور خیرات لیں تو

سوشل ورکر

ڈاکٹر... صرف مشورہ لینے پر ہزاروں کی فیسیں لیں تو مسیحا

اور ان ٹیکسوں کے رقومات سے

لاکھوں کی تنخواہیں لے کر

کوئی افسر... کوئی.... پروفیسر.... ڈاکٹر

اور اگر کوئی مولوی زیادہ نہیں

صرف دس.... دس... بیس بیس.. روپے لے کر

اللہ کے گھروں کو آباد کرے

تمھاری نسلوں کو اللہ کے دین سے آراستہ کرے

اس گئے گزرے دور میں

مصلے اور چٹائی کو محبوب رکھے

دین کے لے ہر قربانی کے لیے خود کو پیش کرے

لاکھوں نہیں چند ہزار روپے سے اپنا پورا کنبہ بڑی قناعت سے پالے

.. . تو وہ چندہ خور.... زکوۃ خور... وظیفہ خور

ایسا کیوں

تم ٹیکس لے کے عزت دار

اور وہ چندہ لے کے خوار

دو حقیقتیں

اپنے اور غیر دو حقیقتیں سمجھ لیں

نہ اسلام کو تلوار اور طاقت کے زور سے دبایا جا سکتا ہے

اور نا ہی تلوار اور بندوق کے زور سے نافذ کیا جا سکتا ہے

بیمار معاشرہ

بیمار معاشرہ کیا ہوتا ہے..........؟

بیمار معاشرہ وہ ہوتا ہے جہاں ہر فرد کو

اسوقت تک بے عزت سمجھا جاتا ہے

جب تک وہ خود کو عزت دار ثابت نہ کر دے

اور عزت کی سند حاصل کرنے کا واحد ذریعہ صرف اور صرف

پیسہ اور دولت ہو

بات تو سچ ہے پر

بات ہے رسوائی کی

جتنا بے دین ہم میں سے بعض دین دار لوگ ہیں

. . . . . . اتنا تو بے دین

بے دین بھی نہیں

عیدی

سعید کھوسہ صاحب

عیدی ملنے تشریف لائے

ویسے تو جناب کی کوئی کل ہی سیدھی نہیں

ہر ملاقات پر وہ ایسی ایسی بھیانک خبریں لاتے ہیں

کہ دماغ کی بتی ہی گل کر جاتے ہیں

دماغ کی دہی بنانا انکے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے
اور یہ وہ ریڈیو ہے جسپر مختلف چینل بیک وقت چل رہے ہوتے ہیں

دوسری شادی ان کا مقصد حیات ہے
اور دنیا میں موجود ہر کنواری لڑکی کا باپ انہیں اپنا سسر لگتا ہے
اور اگر کسی نے جناب کو ذرا احترام سے کیا دیکھا
یہ فوراً مجھے ایک بات گوش گزار کرتے ہیں
کہ ان اپنا ارادہ لگتا ہے آپ بات کر کے دیکھ لیں
اور اس دوسری شادی کے معاملے میں یہ اپنے والد گرامی کو ولن سمجھتے ہیں
صبح صبح میں انکے تیور دیکھ کر ہی سمجھ گیا
آج یہ میرے دماغ کی بیٹری پی جائیں گے
آتے ہی کہنے لگے دعا کریں کہ اللہ پاک ہمیں اپنے گھر آنے کی توفیق عطا فرمائیں

پھر مختلف احوال جو اچانک انپر وارد ہوئے
اور ہر حال گوش گزار کرنے کے بعد دعا کا تذکرہ
درج ذیل باتوں سے اندازہ لگائیں
..... کہتے ہیں
آج میری بیگم سے دوٹوک بات ہوئی السلام علیکم
بڑے بن ٹھن ہے بھائی
دو مہینوں کا کرایہ نہیں دیا پر میں نے بھی چھوڑنا نہیں
شادی تو میں نے کرنی ہے
انتہائی خبیث آدمی ہے
اصل میں اس سابقہ کلام میں تین مختلف لوگ مخاطب تھے
بیوی.... اچانک سامنے آجانے والا دوست......... اور تیسرا انکا کرایہ دار...... ابھی میرا فالودہ بننا باقی تھا کہ میری نظر انکی گردن پر کالر کے نیچے چند چھائیوں پر پڑیں جو سفیدی مائل تھیں
میری دماغ کی آخری بتی جو بجھنے کے قریب تھی
جل اٹھی
میں کہنے لگا تم ابھی دعا کی بات کر رہے تھے پر میں نہیں کرونگا

اس بات پر وہ
ایسے رکے جیسے کوئی بڑا اسپیڈ بریکر آگیا ہو
حیرانگی سے پوچھا کیوں مفتی صاحب
میں نے کہا تم میں جو علامتیں ہیں نہایت خطرناک ہیں
حدیث شریف میں آتا ہے قرب قیامت میں ایک مشرق کی طرف سے
چھوٹے قد کا
پتلی پنڈلیوں والا
چتکبرا آدمی آئے گا جو کعبہ شریف کو گرانے کی ناپاک کوشش کرے گا
اور دو علامتیں تم پہلے سے تم میں موجود تھیں
چھوٹا قد پتلی پنڈلیاں
اب یہ تیسری علامت تھی جو پوری ہو گئی
اور رہی بات حبشی النسل کی وہ تو ڈی این اے ٹیسٹ کے بعد کلئیر ہو جائے گی
بس یہ سننا تھا
زیر لب بڑبڑاتے ہوئے اٹھے اور گردن کے گرد رومال اچھی طرح لپیٹا اور چل دیئے
اور یوں آج میرے دماغ کی دہی نہیں بن سکی

پبلک باتھ روم

آج راستہ گزرتے ایک پبلک باتھ روم ....
جانے کا ناگہانی حادثہ پیش آیا
جسمیں داخل ہونے بعد کے سامنے ایک لکھاری کا لکھا جملہ نظر آیا
ایک زرداری.........سب پہ..........بھاری ....
یعنی اب موتے وقت بھی جناب کا بوجھ محسوس کیا جاتا ہے
حد ہے یار

عقلِ کل

جو لوگ اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہیں

. . وہ اصل میں اکل کل ہوتے ہیں

سفاک اور درندہ صفت قاتلوں کے نام

کیا خونخوار کی کوئی آخری حد بھی ہوا کرتی ہے ؟ کیا کوئی ایسا لمحہ آیا کرتا ہے جب دستِ قاتل تھک جائے اور اس کے سینے میں بگولوں کی طرح گردش کرتی درندگی سیر ہو جائے ؟ کیا اقتدار کی ہوس میں اندھے حکمرانوں پر کبھی وہ ساعت طلوع ہوا کرتی ہے جب ان کے سنگ و آہن جیسے دلوں میں رحم کی کوئی آبشار پھوٹ نکلے ؟ کبھی اپنے آپ کو عالمی طاقتوں کا باج گزار بنا لینے اور ان کی خوشنودی کے لئے خود اپنے لوگوں پر قہر ڈھانے والے فرمانروائوں کو بھی یہ احساس ہوا کرتا ہے کہ بہت ہو چکی، اب آگ، خون اور درندگی کا یہ کھیل بند ہو جانا چاہیئے ؟

خدا کے لئے اب بس کر دو................اب بس کر دو

ذہن پر خوف کی بنیاد اٹھانے والو

ظلم کی فصل کو کھیتوں میں اگانے والو

گیت کے شہر کو بندوق سے ڈھانے والو

فکر کی راہ میں بارود بچھانے والو

کب تک اس شاخِ گلستاں کی رگیں ٹوٹیں گی

کونپلیں آج نہ پھوٹیں گی تو کل پھوٹیں

پردیسیوں کے نام

۔جس طرح اپنے ماں/باپ سے

محبت انسان کی فطرت میں شامل ہے اسی طرح وطن کی محبت بھی۔مگر کبھی

وقت اور حالات انسان کو بہت سے ایسے کام کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں جو انسان کی فطرت اور مذاج کے بالکل برعکس ہوتے ہیں جیسا کہ اپنے گھر اور عزیزواقارب کو چھوڑنا۔جہاں ایک آدمی اپنے گھر سے دُور ہوتا ہے اور اس کو ہر وقت اپنوں کی یاد اور فکر تنگ کرتی ہے وہیں اُس کو باہر کی زندگی کے مصائب کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔اپنے گھر کے حالات اور مجبوریاں ہر وقت اُس کے پیش نظر ہوتی ہیں اسی لیے ضرورت سے زیادہ بوجھ اُٹھانا وہ اپنا نصیب اور مقدر سمجھتا ہے۔پردیس میں جب ایک آدمی رات کے آخری حصہ میں نیند سے بیدار ہوتا ہے تب جہاں اُس کو کام پر جانے کے لیے لباس اور جوتُوں وغیرہ کی فکر لاحق ہوتی ہے وہیں اکثر وبیشتر اُس کو ناشتے کا انتظام خود ہی کرنا پڑتا ہے پھر جتنی یاد اُس کو اپنی پیاری ماں کی آتی ہے اور جتنے آنسو اُس کی آنکھوں سے ٹپکتے ہیں وہ شاید بیان نہ کیے جاسکیں۔اُس کے بعد سارا دن گرمی سردی میں سخت سے سخت کام کرتا ہے حالانکہ اُسے پتہ بھی ہوتا ہے کہ کام سے واپس جب گھر جائے گا تو اُس کے والدین،بہن بھائی اور دوسرا کوئی عزیز اُس کے انتظار میں نہیں ہوگا۔اور کوئی اُس کا حال تک نہ پوچھے گا۔گھر پہنچنے سے پہلے ہی اُس کو یہ فکر لگ جاتی ہے کہ اُس نے کپڑے بھی دھونے ہیں اور کھانا بھی تیار کرنا ہے۔بڑی مشکل سے یہ کام ختم ہوں گے کہ نیند کی یلغار شروع ہو جائے گی۔ابھی اُس کی تھکاوٹ دُور نہ ہوئی ہوگی کہ اُس کے جاگنے کا وقت ہو جائے گا۔یہ ایک ایسا سلسلہ ہے کہ جس سے نجات ایک خواب بن جاتا ہے۔

پردیس میں اگر انسان کو کوئی مصیبت،پریشانی یا کسی بیماری سے واسطہ پڑ جائے تو وہاں دادرسی کرنے والا کوئی نہیں ملتا۔ہر کسی کو کوئی نہ کوئی مسئلہ اور پریشانی رہتی ہے اِس لیے کسی کے پاس وقت نہیں ہوتا کہ وہ کسی دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو۔یہ بھی ضروری نہیں کہ جہاں کوئی آدمی کام کرتا ہے وہاں اس کے ملک کے اور لوگ بھی اس کے ساتھ ہوں۔ آج کے اس پُرفتن دور میں ہر جگہ رنگ ونسل اور مذہب کی بنیاد پر امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔اس لیے جب مصیبت آتی ہے تو انسان اپنی مدد آپ کے تحت ہی سرخرو ہوتا ہے۔پردیس میں بیماری کی صورت میں ایک عام آدمی علاج کی اچھی سہولت پانے سے بھی قاصر رہتا ہے۔بدقسمتی سے اگر کسی کو گھر سے کوئی افسوسناک پیغام موصول ہو جیسے کسی رشتہ دار یا دوست وغیرہ کی موت کا تو پھر اس پرائی جگہ پے یہ غم کئی گنا بڑھ جاتا ہے

پردیس میں جب عید یا اُس ملک کے قومی دِن پر عام تعطیل ہوتی ہے تب بھی پردیسیوں کی محفل اپنوں نہیں بلکہ مختلف علاقوں اور مختلف روایات کے حامل لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو اُن کے آس پاس ہوتے ہیں یا ساتھ کام کرتے ہیں۔دیارِ غیر میں عید کا وہ مزہ کہاں جو اپنے ملک میں اور اپنوں میں ہوتا ہے۔پردیس میں تو لوگ عید کے دِن بھی پریشان اور افسردہ دکھائی دیتے ہیں۔بس یہ سوچ کر ہر پردیسی اپنے دِل کو اطمینان دلانے کی کوشش کرتا ہے کہ آج اگر اُس کے گھر والے خوشی سے عید کر رہے ہیں تو اِس میں اُس کی محنت کا بہت بڑا کردار ہے اور اُس کی تمام تر تکالیف دراصل اپنوں کیلئے ہی ہوتی ہیں

اپنے تمام پردیسی بھائیوں کو دل کی اتاہ گہرائی سے عید مبارک پیش کرتا ہوں

اور یاد دلانا چاہتا ہوں کہ تم ہمارے دلوں میں بستے ہو

بنام بوم بوم

کہا جب اک کھلاڑی سے کہ لگ جائے اگر چوکا

تو فوراً آپ کو آؤٹ ہو جانے کی عادت ہے

وہ بولا کر کٹر بھی میں ہوں اور مردِ مسلماں بھی

مسلماں مرد کو بس چار ہی رن کی اجازت ہے

رس

بھٹے، مرغی کی ٹانگ، پیار اور گنے پر جب تک دانت نہ لگے، رس پیدا نہیں ہوتا

یوم یفر المرء من اخی

نفسا نفسی کی کیفیت کا خاصہ ہے کہ سب رشتے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں

قیامت کے دن ایک نفسا نفسی کا عالم ہو گا

ہر کسی کو اپنی پڑی ہو گی

سارے رشتے بھاگ کھڑے ہونگے

دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے

..... اور ایک کڑوا سچ یہ بھی ہے کہ بھاگنے والے رشتوں میں سب سے پہلا رشتہ بھائی کا ہوتا ہے

فانی

وہ ایک گاڑی کے پاس کھڑا یہ اعتراض کر رہا تھا کہ

یہ زیادہ دیر نہیں چلے گی بہت جلد ایکسپائر ہو جائے گی

پر. ....

گاڑی تو چل رہی ہے اور وہ خود دار فانی سے جا چکا

دیدہ عبرت

اونچا لامبا قد

گورا چٹا مظبوط جسم کا مالک موچھوں کو تاؤ دیئے ہوئے

اللہ کی دی ہر نعمت موجود تھی

اولاد..........زمینیں.......گاڑیاں. .....

بینک بیلنس...........نوکر چاکر

میری اس سے ملاقات تقریباً روز ہی ہوتی تھی پر سلام کی حد تک

میں ان دنوں گرمیوں کے ایام اپنے علاقے کے ایک تفریحی مقام فورٹمنرو گزار رہا تھا...... جس پہاڑی پر میری رہائش تھی

اس پگڈنڈی کے آخر میں اس کی قابل دید کوٹھی تھی

وہ اکثر نماز عصر کے بعد اپنی کوٹھی کے باہر کرسی آبیٹھتا تھا

رمضان کے ایام تھے پر.....وہ باہر دھڑلے سے چائے نوش کرتا تھا

ایک دن اوپر کی جامعہ مسجد میں سہہ روزہ کی جماعت آئی ہوئی تھی

اور میری امیر صاحب نے ملاقاتوں کی تشکیل کر دی

اور ساتھیوں نے مجھے متکلم بنا دیا

اب ہر ملاقاتی کو دعوت دینا میرا کام تھا

ہم ملاقاتیں کرتے ہوئے ایک صاحب کے پاس پہنچے تو وہ بھی وہاں اتفاقاً موجود تھے

تاش کا دور چل رہا تھا

ہم نے بات کرنے کی اجازت چاہی تو صاحب مکان نے فراخدلی کا مظاہرہ کیا

اور کھیل کو وہیں لپیٹ کر ہماری طرف متوجہ ہوئے

مگر ان صاحب کو ہمارا آنا نہایت دشوار گزرا اور ہمیں آڑے یا تھوں لیا

تشکیک بھری باتیں کیں تقدیر پر مذاق چند ایک لطیفے جہنم پر بھی جھاڑے

اس ملاقات کے بعد اندازہ ہو گیا کہ وہ صرف بے دین ہی نہیں بلکہ الحاد کی طرف راغب ہے

پھر اسکے بعد ملاقات نہیں ہو سکی

اس سال اتفاق سے مجھے وہیں جمعہ پڑھانا تھا

جمعہ کے ہم اسی سابقہ مکان میں ان مکینوں کے مہمان بنے

تو میں نے اس کوٹھی کے آگے چارپائی پر ایک بوڑھے کو دیکھا

شکل قدرے اس سے ملتی جلتی تھی تو میں نے اپنے میزبان سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے اسی بوڑھے کی طرف اشارہ کیا

میں تو حیران رہ گیا کہ کیا انقلاب آیا

.... کیا ہوا.... بیمار ہے....... نشہ کرتا ہے............ .

ایک ہی سانس میں کئی سوال

دوست نے اسکی اک درد بھری کہانی سنائی

کہ جس اولاد کیلئے اسنے دنیا کا ہر کام کیا دولت جمع کی بلکہ دولت کے انبار لگا دیے

اور پیچھے مڑ کے نہیں دیکھا حلال و حرام

جائز و ناجائز

ظلم و جبر

کچھ بھی نہیں دیکھا

اب وہی اولاد دشمن ہے اسکو جان سے مار ڈالنے کے منصوبے بنا رہی

یہ اب کی بار یہاں عیاشی کیلئے نہیں

جان بچانے کے لیے بھاگ آیا ہے اور ہر ملاقاتی سے رو رو کے کہتا ہے یہ کوٹھیاں....... یہ گاڑیاں مجھے کھاتی ہیں

کوئی جھونپڑی بنادو پر کہیں سے دو پل کا سکون لادو

. میں نے جب اسے دیکھا تو مجھے وہ ایک ہارا ہوا مایوس اور قابل ترس شخص نظر آیا..................... جس پاس دنیا کی ہر نعمت ہے پر سکون نہیں

دل میں بغض عمرے اور طواف پہ طواف

کعبہ خود چکر میں ہے کہ یہ کس چکر میں ہیں

ایسے بھی انسان گزرے ہیں

مدائن کی فتح کے دوران جب مال غنیمت جمع کیا جا چکا تھا

آخر میں ایک سپاہی منہ کو لپیٹے ہوئے سپہ سالار کے سامنے آیا اور کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک چیز دی

جب کھولا گیا تو وہ قیصر بیش قیمت تاج تھا ہیرے جواہرات سے مرقع

سپہ سالار نے حیرانگی کے ساتھ نوجوان کے سراپے کا جائزہ لیا

جو پیوند لگے کپڑے پہنے ہوئے تھا

اور انگ انگ سے غربت اور فقیری ٹپک رہی تھی

سالار نے پوچھا تو اتنا ضرورت مند لگتا ہے

چھپا کیوں نہیں لیا

جبکہ چھپا بھی سکتا تھا

نوجوان نے کہاہاں میں تم سب سے چھپا سکتا تھا

پر آسمان والے سے نہیں چھپا سکتا

جو رات کی تاریکیوں میں سمندروں کی تہہ میں کالی چٹانوں کے نیچے چلنے والے کیڑے کے پاؤں کے نشان بھی دیکھ لیتا ہے میں اس سے کیسے چھپا سکتا تھا

واپس مڑ کے جانے لگا تو سپاہ سالار نے آواز لگائی

اور کہا آئے صالح نوجوان اپنا نام تو بتاتے جاؤ

تا کہ تمہاری ضرورتوں کا خیال رکھا جائے

تو اس نوجوان نے جاتے ہو ایک تاریخی جملہ کہا

آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں

کیونکہ جسکے لئے میں نے یہ سب کچھ کیا ہے وہ میرا نام بھی جانتا ہے اور حالات بھی جانتا ہے

چند اشعار

مسلمانیت کا درجہ تو انسانیت سے بہت اوپر ہے

جسمیں انسانیت نہیں وہ مسلمان کہاں ہو سکتا ہے

خوف ختم ہو جاتا ہے

وقت کا مرہم زخم بھر دیتا ہے

پر حزن دل کھا جاتا ہے

گروہ رازدان نظم فطرت پہ نہیں مخفی

یہ ہنگامہ دنیا خبر ہے مبتدا تم ہو

ملحد کا فریب

ملحد ساری زندگی اپنے آپکو فریب دیتا رہتا ہے

کیونکہ جب بھی وہ غلط کام کرتا ہے تو اسکے اندر قدرت کی طرف سے رکھی گئی ایک چیز اسے عار دلانے کی کوشش کرتی ہے

تب وہ اسے تھپکیاں دے کر سلا دیتا ہے اور

بڑبڑاتا ہے کہ کیوں ڈرتا ہے کوئی ہے ہی نہیں

ساری زندگی اسی کشمکش میں گزرتی ہے

وہ صرف اپنے آپ کو یقین دلانے کیلیئے چیخ چیخ کر خدا کی ذات کا انکار کرتا ہے

لیکن بے چینی بڑھتی رہتی ہے

وہ گالیاں دیکر گالیاں سن کر اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کی ناکام کوشش کرتا رہتا ہے

یوں ساری زندگی بک بک کرتے ایک دن بے نام ونشاں ہو کہ مر جاتا ہے

پیشہ ور بھکاری

انکی اَقسام

یہ مجبوری کی بنا پر نہیں بلکہ

عادتاً بھیک مانگتے ہیں

کچھ خدا کے نام پر اور کچھ خدا کے لیے

مانگتے ہیں

برداشت

جس کا باطن پاکیزہ ہو. ....

وہ باہر بھی گندگی برداشت نہیں کر سکتا

....

اور جسکا باطن گند سے بھرا ہو

بھلا اسے باہر کی گندگی سے کیا فرق پڑے گا

محبت نہیں ہوس

ارے بے وقوفو

محبت نہیں. .....

ہوس اندھی ہوتی ہے

اک لطیفہ

سنا ہے جو بندہ افطاری کے وقت زکوٹا جن بن جاتا ہے

رات کو اسکا معدہ ھامون جادوگر بن جاتا ہے

امام غزالی رح

امام غزالی رح فرماتے ہیں

اللہ تعالٰی نے تمہیں انسان بنایا ہے

تو انسان بن کر ہی رہیں

اور اگر جانور بننے کی ٹھان لی ہے

تو جانوروں کی اس قسم میں سے ہو جا جو بے ضرر اور فائدہ دینے والی ہیں

مثلاً بکری گائے وغیرہ

اگر یہ نہیں بن سکتا تو بے ضرر بے فائدہ جانوروں میں سے ہو جا

جیسے بلی وغیرہ

تیسری قسم میں سے کبھی نا بننا

جو ضرر رساں ہی ہیں

جیسے کتا وغیرہ

ہم انسان تو بننے سے رہے

یہ سوچیں کہ جانوروں کی کس قسم سے تعلق رکھتے ہیں

بد کردار لوگ اس لئے بھی لوگوں کی عیب جوئی کرتے ہیں

تاکہ شرمندگی کے احساس کو کم کیا جا سکے

اس لئے کہ قانون ہے جب مصیبت عام ہو جائے تو تکلیف کا احساس کم ہو جاتا ہے

برائی عام ہو جائے تو احساس شرمندگی کم ہو جاتا ہے

حساسیت

اولاد کا اپنے والدین کے ساتھ

اور والدین کا اپنی اولاد کے ساتھ رشتہ بڑا ہی سنسیٹو

(بڑا احساس)

سا ہوتا ہے یہاں نفرت اور حقارت سے پھینکا جانے والا پھول بھی پتھر کی طرح لگتا ہے

اولاد کی طرف سے کی جانے والی والدین پر طعن و تشنیع
اور والدین کی طرف سے کی جانے والی اولاد پر طعن و تشنیع
یہ وہ نشتر ہیں جنکے زخم ساری زندگی نہیں بھرتے
پس رشتوں کا احترام کیجئے

روح

جسکی روح مر جائے
معاشرے کے لئے وہ بدروح بن جاتا ہے

انا پرست

کچھ انا پرست ایسے بھی ہیں جہاں میں
جو اپنی انا کو جتوانے کے چکر میں سارے رشتے ہار جاتے ہیں

عورت

عورت جب ڈائن بن جائے
تو اپنے بچے بھی کھا جاتی ہے

تن سازی من سازی

تن سازی میں یوں ہی عمریں گذار دیں

کاش کہ کچھ من سازی بھی کر لیتے

دوران سفر

گزشتہ دنوں دوران سفر

ہماری گاڑی کے سامنے

ایک کتے کا پلہ اچانک سامنے آگیا

توڈرائیور نے زوردار بریک لگائی

اور ایک کٹ لگاتے ہوئے بڑی مہارت سے

اسکو گاڑی کی زد میں آنے سے بچالیا

میں سوچ میں پڑ گیا کہ یہ اک عام سا مسلمان

شاید کبھی نماز پڑھی ہو

شاید کہ کبھی روزہ رکھا ہو

وہ بھی ایک کتے کا بچہ تک نہیں مار سکتا تو مسلمان

ایک جیتے جاگتے انسان کو کیسے مار سکتا ہے

جاہل پیر

جاہل پیر اور بے عمل عالموں کے جو جتنا قریب ہو گا

وہ اتنا دین سے دور ہو گا

حیرت انگیز بات

حیرت انگیز یہ بات نہیں کہ بے وقوف

مالدار کیسے ہو جاتے ہیں

بلکہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ عقلمند دولت مند ہو جائے

علم غیب

پیر کو علم غیب ہونا ضروری نہیں

البتہ علم عیب ہونا ضروری ہے

کہاوت

محترم دانشور حضرات

ایک مشہور کہاوت ہے

رحیمن دیکھ بدیہن کو لا گھونا دیجیئے دار جہاں کام آوے سوئی کا ہن کری تلوار (اکثر ہمیں سوئی کی ضرورت ہوتی ہے تلوار کی نہیں آپ کی خوبصورت قبا

(کو دیکھ کر آقا مجھے یہی خیال آتا ہے

تو سوئی دھاگے کا استعمال زیادہ فائدے مند رہے

ایک دوسرے کے دست و گریباں ہونے سے

ایمان داروں کو رسوا کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور آپ نے بلند آواز سے پکارااور فرمایااے وہ لوگو! جو زبان سے اسلام لائے ہو اور ان کے دلوں میں ابھی ایمان پوری طرح اترا نہیں ہے، مسلمان بندوں کو ستانے سے اوران کو عار دلانے سے اور شرمندہ کرنے سے اوران کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے پڑنے سے باز رہو، کیوں کہ اللہ کا قانون ہے کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کے عیوب کے پیچھے پڑے گا اللہ اس کے عیوب کے پیچھے پڑے گا اور جس کے عیوب کے پیچھے اللہ تعالیٰ پڑے گا وہ اس کو ضرور رسوا کرے گا (اور وہ رسوا ہو کر رہے گا) (اگرچہ اپنے گھر کے اندر رہی ہو۔(جامع ترمذی، معارف الحدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایاسب سے بُرا سوداااور سب سے بدترین سودوں میں خبیث (سودا یہ ہے کہ کسی مسلمان کی آبروریزی کی جائے اور ایک مسلمان کی حرمت کو ضائع کیا جائے۔(ابن ابی الدنیا۔ بیہقی

دوسروں کو حقیر سمجھنا

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کرے او راس کو بے مدد کے نہ چھوڑے اوراس کو حقیر نہ جانے اور نہ اس کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرے (کیاخبر کہ اس کے دل میں تقویٰ ہو جس کی وجہ سے وہ اللہ کے نزدیک مقرب ومکرم ہو)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اپنے سینے کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہوتا ہے (ہوسکتاہے کہ تم کسی کو ظاہری حال سے معمولی آدمی سمجھتے ہو اور اپنے دل کے تقویٰ کی وجہ سے وہ اللہ کے نزدیک محترم ہو، اس لیے کبھی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو) آدمی کے بُرا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اوراس کے ساتھ حقارت سے پیش آئے۔ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لیے قابلِ احترام ہے۔ اس کا خون، اس کا مال اوراس کی آبرو (اس لیے ناحق اس کا خون گرانا، اس کا مال لینا اوراس کی (آبروریزی کرنا یہ) سب حرام ہیں۔(صحیح مسلم۔ معارف الحدیث

دھوکے میں نہ آنا

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ دھوکے میں نہ آنا، باتوں کے چکر میں نہ پڑنا، توحید "ایک" کہنے کا نام نہیں ہے، "ایک" جاننے کا نام ہے، کہنے کو تو منافق بھی کہتے تھے "لا الہٰ اللہ محمد رسول اللہ" ان کے کہنے کا کیا اعتبار ہے؟ قرآن کہتا ہے: ﴿اذا جاء ک المنافقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ﴾ جب یہ منافق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ﴿نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ﴾ اللہ کو پتہ ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں: ﴿واللہ یشھد ان المنافقون لکذبون﴾ لیکن اللہ گواہ ہے کہ منافق جھوٹ بولتے ہیں، گویا کہ منافق کی زبان سے "انک لرسول اللہ" بھی جھوٹ ہے۔

بات وہی ہے کہ دھوکا نہ کھاجانا، توحید "ایک" جاننے کا نام ہے، ماننے کا نام ہے، زبان سے کہنے کا نام نہیں ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ "لا الہ الا اللہ" کے ساتھ ہم اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں، اللہ کے علاوہ کوئی الہٰ نہیں، لیکن یہ بات اوپر سے لے کر نیچے تک اتنی گہری ہے کہ قرآن کریم میں یہ بات دو جگہ آئی ہے: ﴿افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ...﴾ آپ نے ایسا شخص دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات کو الہٰ بنا رکھا ہے؟... اللہ کے سوا اپنے دل کے اندر اس نے الہٰ بنا رکھا ہے لفظ الہٰ بولا، اپنی خواہش نفس کو الہ بنا رکھا ہے، جس سے معلوم ہو گیا کہ الہ صرف باہر نہیں ہے اندر بھی ہوتے ہیں، کہتے ہیں:

ابراہیمی نگاہ پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس سینے میں چھپ چھپ کے بنالیتی ہے تصویریں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت توڑے تھے اور یہ ہوس سینہ میں تصویریں بنالیتی ہے، اس کے جانچنے کے لیے ابراہیمی نگاہ چاہیے، اس لیے راستہ سے میں نے آپ کو تھوڑا سا نیچے اتارا ہے کہ "لا الہٰ الا اللہ" کو ہم نے اپنایا، لیکن اس "لا الہٰ الا اللہ" میں کیا قوت ہے کہ اس نے ساری دنیا کو کاٹ کے رکھ دیا اور ہمیں علیحدہ کھڑا کر دیا ہے، کیا قوت ہے اس میں؟ کیا تاثیر ہے اس میں؟ اس نے ہمیں کہاں پہنچا دیا ہے؟

ہے ایسا فاتح تو سامنے لاؤ

فتح مکہ کے بعد شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں کے مجمع میں ایک گہری نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ سر جھکائے، نگاہیں نیچی کئے ہوئے، لرزاں و ترساں اشرافِ قریش کھڑے ہوئے ہیں۔ ان ظالموں اور جفاکاروں میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ کے راستوں میں کانٹے بچھائے تھے، وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ کے راستوں میں کانٹے بچھائے تھے، وہ لوگ بھی تھے جو بارہا آپ پر پتھروں کی بارش کر چکے تھے، وہ خونخوار بھی تھے جنہوں نے بار بار آپ پر قاتلانہ حملے کئے تھے، وہ بے رحم و بے درد بھی تھے جنہوں نے آپ کے دندانِ مبارک کو شہید اور آپ کے چہرہ انور کو لہولہان کر ڈالا تھا، وہ اوباش بھی تھے جو برسہابرس تک اپنی بہتان تراشیوں اور شرمناک گالیوں سے آپ کے قلب مبارک کو زخمی کر چکے تھے، وہ سفّاک و درندہ صفت بھی تھے جو آپ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹ چکے تھے، وہ ظلم و ستم کے مجسمے اور پاپ کے پتلے بھی تھے جنہوں نے آپ کی

صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرادیا تھا اور ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا، وہ آپ کے خون کے پیاسے بھی تھے جن کی تشنہ لبی اور پیاس خونِ نبوت کے سوا کسی چیز سے نہیں بجھ سکتی تھی، وہ جفاکار وخونخوار بھی تھے جن کے جارحانہ حملوں اور ظالمانہ یلغار سے بار بار مدینہ منورہ کے درودیوار دہل چکے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل اور ان کی ناک، کان کاٹنے والے، ان کی آنکھیں پھوڑنے والے، ان کا جگر چبانے والے بھی اسی مجمع میں موجود تھے، وہ ستم گار جنھوں نے شمع نبوت کے جاں نثار پروانوں حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت عمّار، حضرت خبّاب، حضرت خُبیب، حضرت زید بن دثنہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کو رسیّوں سے باندھ باندھ کر، کوڑے مار مار کر جلتی ہوئی ریتوں پر لٹایا تھا، کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر سلایا تھا، کسی کو چٹائیوں میں لپیٹ لپیٹ کر ناکوں میں دھوئیں دئے تھے، سیکڑوں بار گلا گھونٹا تھا۔

یہ تمام جور وجفا اور ظلم وستم گاری کے پیکر جن کے جسم کے رونگٹے رونگٹے اور بدن کے بال بال ظلم وعدوان اور سرکشی وطغیان کے وبال سے خوفناک جرموں اور شرمناک مظالم کے پہاڑ بن چکے تھے۔ آج یہ سب کے سب دس بارہ ہزار مہاجرین وانصار کے لشکر کی حراست میں مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نچوا کر، ہماری بوٹیاں چیلوں اور کووں کو کھلا دی جائیں گی اور انصار ومہاجرین کی غضبناک فوجیں ہمارے بچے بچے کو خاک وخون میں ملا کر ہماری نسلوں کو نیست ونابود کر ڈالیں گی اور ہماری بستیوں کو تاخت وتاراج کر کے تہس نہس کر ڈالیں گی۔ ان مجرموں کے سینوں میں خوف وہراس کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ دہشت اور ڈر سے ان کے بدنوں کی بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی، دل دھڑک رہے تھے، کلیجے منہ میں آ گئے تھے اور عالم یاس میں انہیں زمین سے آسمان تک دھوئیں ہی دھوئیں کے خوفناک بادل نظر آرہے تھے۔

اس مایوسی اور ناامیدی کی خطرناک فضا میں ایک دم شہنشاہِ رسالت کی نگاہِ رحمت ان پاپیوں کی طرف متوجہ ہوئی اور ان مجرموں سے آپ نے پوچھا کہ "بولو تم کو کچھ معلوم ہے؟ کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔" اس سوال سے مجرمین حواس باختہ ہو کر کانپ اٹھے لیکن جبینِ رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر امید وبیم کے محشر میں لرزتے ہوئے سب یک زبان ہو کر بولے کہ "آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں" سب کی للچائی ہوئی نظریں جمالِ نبوت کا منہ تک رہی تھیں اور سب کے کان شہنشاہِ نبوت کا فیصلہ کن جواب سننے کے منتظر تھے کہ ایک دم دفعتہ فاتح مکہ نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ "آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔ بالکل غیر متوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمان رحمت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرطِ ندامت سے اشکبار ہو گئیں اور ان کے دلوں کی گہرائیوں سے جذبات شکریہ کے آثار آنسوؤں کی دھار بن کر ان کے رخسار پر مچلنے لگے اور کفار کی زبانوں پر "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم" کے نعروں سے حرم کعبہ کے درودیوار پر ہر طرف انوار کی بارش ہونے لگی۔ ناگہاں بالکل ہی اچانک اور دفعتہ ایک عجیب انقلاب برپا ہو گیا کہ سماں ہی بدل گیا، فضا ہی پلٹ گئی اور ایک دم ایسا محسوس ہونے لگا کہ

جہاں تاریک تھا، بے نور تھا اور سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

غریب کون ہے؟

دنیامیں ہر انسان کی کوشش ہوتی ہے، کہ اس کے سرمایے میں اضافہ ہو، اگر اضافہ نہ ہو، تو کم از کم نقصان نہ ہو، اور اگر خدانخواستہ اس کی پوری زندگی کی جمع پونجی چور، ڈاکو اٹھا کر لے جائیں، تو اس کی حسرت وافسوس کا کیا عالم ہو گا؟

اسی طرح اگر انسان کے پاس اور عبادات کا تو ذخیرہ موجود ہے، لیکن معاملات صحیح نہیں تھے، تو عبادات کا یہ ذخیرہ اور لوگ لے جائیں گے، اور یہ خالی ہاتھ رہ جائے گا۔ اور دنیا کے نقصان کی تلافی تو ممکن ہے، لیکن آخرت کا نقصان ایسا نقصان ہے، کہ جس کی تلافی کی کوئی صورت نہ ہو گی۔

چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: "أتدرون ما المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع، فقال: إن المفلس من امتي من يأتي يوم القيٰمة بصلاة وصيام وزكوة ويأتي قد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا، وسفك دم هذا وضرب هذا، فيعطي هذا من حسناته وهذا من حسناته، فإن فنيت حسناته قبل أن يقضىٰ ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار." (الجامع الصحیح للمسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، 2/320، قدیمی)

بتلاؤ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہم لوگ تو اس شخص کو مفلس سمجھتے ہیں، جس کے پاس مال، پیسہ نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حقیقی مفلس وہ نہیں، بلکہ حقیقی مفلس، غریب وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن جب حاضر ہو گا، تو اس طرح حاضر ہو گا، کہ اس کے اعمالنامے میں بہت سارے روزے ہوں گے، بہت سی نمازیں اور صدقات، خیرات ہوں گے، لیکن ایسے شخص نے کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر تہمت لگائی ہو گی، کسی کا مال کھایا ہو گا، کسی کا خون بہایا ہو گا، کسی کو مارا ہو گا۔

چناں چہ اب اصحاب حقوق اپنے حق کا مطالبہ کریں گے، تو اللہ تعالیٰ اس حق کے بدلے اس شخص کی نیکیاں ان کو دیں گے، پس اگر اس شخص کی نیکیاں ختم ہو گئیں، اور دنیا کے اندر جن کا حق کھایا تھا، یا ان پر زیادتی کی تھی، وہ ابھی تک باقی ہیں، تو اب اللہ تعالیٰ حکم فرمائیں گے کہ صاحب حق کے اعمال میں جو گناہ ہیں، وہ اس شخص کے نامہ اعمال میں ڈال دیے جائیں، چناں چہ اصحاب حقوق کے گناہ اس شخص پر ڈال دیے جائیں گے، اور یہ شخص جو نیکیوں کا انبار لے کر آیا تھا، خالی ہاتھ رہ جائے گا، اور دوسروں کے گناہ اپنے اوپر لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اور آج اگر ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں
تو محسوس ہوتا ہے کہ کل ہم کتنے تہی دامن ہونگے
آج ہمارے زوال کی اصل وجہ کفار کی سازشیں نہیں ہماری

بداعمالیاں ہیں
ہمارے ہمسائے ہم سے تنگ رشتے دار تنگ
گھر والے تنگ
بڑے تنگ چھوٹے تنگ

بڑے ہی غریب لوگ ہیں

ہمارا تو دیوالیہ ہی نکل چکا ہے

مایوس مت ہوں

جب بنے ہوئے مکان کو ویران کیا جا رہا ہو تو سمجھ لو دوبارہ

آباد کرنے کا سامان کیا جا رہا ہے

کلی کے چٹکنے سے سمجھ لینا چاہیے پھل آنے والے ہیں

پس میرے عزیزو

مایوس مت ہوں

خودی

خودی کو ترک کرنے سے خدا ملتا ہے۔

لاجواب۔

ایک پولٹری فارم پر گاڑی میں مرغیاں لوڈ ہو رہی تھیں۔ جب تمام لوڈنگ ہو گئی تو فارم کے مالک نے چند مردہ مرغیاں بوری میں ڈالیں کہ ان کو پھینک دیا جائے تو ڈرائیور نے کہا کہ یہ مرغیاں بھی مجھے دے دیں۔ حیرت کے ساتھ پوچھا گیا کے مردہ مرغیاں آپ نے کیا کرنی ہیں۔ جواب آیا کہ راستے میں پولس والے روکتے ہیں...، صاف کر کے ان کے لیے رکھنی ہیں۔ کہا گیا لعنتی شخص تو لوگوں کو حرام مرغیاں کھلائے گا تو اس نے کہا۔۔۔۔ اگر میں زندہ مرغی بھی پولس والوں کو دوں تو کیا ان کے لیے حلال ہو نگی۔

تربیت کا اہتمام

جو والدین اپنی اولادوں کی تربیت کا اہتمام نہیں کرتے

تو ایسوں کی اولادیں ویسی... ہو جاتی ہیں

تو پورا معاشرہ

.انہیں ایسے ویسے لوگ کہتا ہے

نعمت

آج مجھے لگا کہ عینک بھی کسی نعمت سے کم نہیں

میں ہمیشہ یہ سمجھتا رہا کہ ناک پر یہ نامعقول سا بوجھ

شاید

بداعمالیوں کی سزا ہے

اور

اوپر سے

اسکی دو ایسی قباحتیں ہیں جو ناقابل برداشت ہی ہیں

1...

ہر وضو کرنے کے بعد اچانک کھو جاتی ہے

اور ایک تگڑی

جنگ کرنی پڑتی ہے تب جا کے ملتی ہے

پر اسکا الزام بیگم میری یادداشت پہ لگاتی ہے

مگر میں سوچتا یار میں اتنا بھی غائب دماغ نہیں ہوں

2.

مہینے میں اسکا دو تین دفعہ پیروں کے نیچے آ کر ٹوٹ جانا

جو میرے بجٹ پر ایک اضافی بوجھ بن کر ٹوٹتا ہے

لیکن آج کے واقعے نے میری نظر میں اسکی قدر و قیمت

بڑھادی ہے

جب کیفیت اس شعر جیسی ہی بن گئی

دور سے دیکھا تو سکینہ بال سکھار ہی تھی

پاس جا کے دیکھا تو بھینس دُم ہلا رہی تھی

مرچیں کھانا اور مرچیں لگانا

کھانے میں مرچیں نہ ہوں تو کھانے کا لطف ہی نہیں آتا اور اگر باتوں میں مرچیں ہوں تو سننے والے کا بلڈ پریشر ہائی ہو جاتا ہے، اکثر لوگ بات ایسی کرتے ہیں کہ سنتے ہی مرچیں لگ جاتی ہیں، جس طرح کھانے میں مرچوں کو بیلنس رکھنا ایک فن ہے اسی طرح لفاظی میں مرچوں کا استعمال اگر متوازن طریقے سے کیا جائے تو بات بھی چٹ پٹی ہو جاتی ہے اور سننے والے کو مرچیں لگنے کی بجائے لطف آتا ہے، بعض لوگوں میں یہ بیماری ہوتی ہے کہ وہ بات ہی ایسی کرتے ہیں کہ مرچیں لگ جاتی ہیں اور پھر وہ تماشہ دیکھتے ہیں اور لوگ آپس میں گتھم گتھا ہو جاتے ہیں، ہمیں ایسی باتوں سے گریز کرنا چاہیئے جس سے دوسروں کو مرچیں لگیں بلکہ میٹھے لفظوں کا استعمال کریں تاکہ لوگ آپ سے دور ہونے کے بجائے قریب ہوں، یہ نصیحت خواتین کیلئے نہیں ہے کیوں کہ وہ میٹھے بول بولیں تو مرد حضرات کے نہ صرف لٹو ہونے بلکہ زیادہ ہی قریب ہونے کا خدشہ ہے، سائنس کہتی ہے کہ بعض اوقات مرچیں کچھ کہے بغیر بھی لگ جاتی ہیں جیسے اگر بہو بہت اچھی ہے اور شوہر اس کا بڑا خیال رکھتا ہے تو ساس کو مرچیں لگ جائیں گی، اگر شوہر اپنی بیوی کی بجائے اپنے موبائل کو زیادہ دیکھے تو بیوی کو مرچیں لگ جائیں گی، بعض اوقات کچھ نہ کہا جائے تو مرچیں لگ جاتی ہیں جیسے اگر بیوی کھانا اچھا پکائے، اچھے کپڑے پہنے اور شوہر تعریف نہ کرے تو بیوی کو کافی زیادہ مرچیں لگتی ہیں، شوہروں سے گزارش ہے کہ اپنی اکلوتی بیویوں کا خیال رکھیں کیوں کہ آج کل شادی ہو جانا بڑی غنیمت ہے، جس طرح مرچوں کی زیادتی صحت کیلئے نقصان دے ہے اسی طرح زبان سے نکلے لفظوں میں مرچیں رشتوں میں دراڑ ڈال دیتی ہیں۔

فطرت کی بات

کچھ لوگ نام کے انور ہوتے ہیں

کچھ کردار کے اعتبار سے انور ہوتے ہیں

اور کچھ حذف...ج...کے ساتھ

انور ہوتے ہیں

فطرت فطرت کی بات ہے یارو

پلیز اور سوری

پلیز اور سوری ایک ایسی گاڑی کے دو پہیے ہیں جن پر سوار ہو کر آپ ہر قسم کی گاڑیوں سے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ یہ دونوں بڑے کام کی چیزیں ہیں۔ ان کا اسٹاک ہر وقت اپنے پار رکھیں نہ جانے کس وقت ان کی ضرورت پڑ جائے۔۔۔ اگر کسی کو زحمت دینے کا ارادہ ہو تو پلیز کا پیشگی استعمال سود مند رہتا ہے لیکن اگر خدانخواستہ آپ کو پلیز کہنا یاد نہ رہا ہو تو فکر کی کوئی بات نہیں قبل اس کے کہ وہ جسے آپ زحمت ہی میں مبتلا کر چکے ہیں۔ آپ پر جوابی کاروائی کرنے کا سوچے۔ آپ فوراً ایک عدد "سوری" اس کے منہ پر دے ماریں

غزل

حرم کو بندہ لات و منات کیا جانے

ثبات چیز ہے کیا بے ثبات کیا جانے

جلال پنجہ ء محمود واشگاف سہی

کمال ضرب آلہ سومنات کیا جانے

قمار خانہ ء عقل و خرد کی ذریت

ادائے صوم نوائے صلوت کیا جانے

وہ دل جو نور یقین سے خالی ہے

فتح سحر، حسن معجزات کیا جانے

بارہ گراں قدر قیمتی کلمے

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بارہ کلمات تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید میں سے چنے گئے ہیں جو ایمان والا ایک ورق پر لکھے اور ہر روز اسکو پڑھے اور اس پر عمل کرے وہ اللہ پاک کے مقبول بندوں میں سے ہو جائے گا

آے ابن آدم 1

روزی کا غم نہ کھا جب تک میرا خزانہ بھرا ہوا ہے

اور میرا خزانہ کبھی خالی نہیں ہو گا

آے ابن آدم 2

ظالم بادشاہ سے اور کسی امیر و کبیر سے مت ڈر جب تک میری حکومت و سلطنت باقی ہے

اور میری سلطنت تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے

آے ابن آدم 3

کسی سے کچھ مت مانگ اور کسی کو مت چاہ جب تک تو مجھے پائے

اور تو جب بھی مجھے چاہے گا پائے گا

آے ابن آدم 4

میں نے سب کچھ تیرے لیے بنایا ہے اور تجھے اپنے لیے

پس تو اپنے آپ کو دوسروں کے دروازے پر ذلیل مت کر

آے ابن آدم 5

جس طرح میں تجھ سے کل کا عمل طلب نہیں کرتا تو بھی مجھ سے کل کی روزی مت طلب کر

آے ابن آدم 6

جب میں سات آسمان و زمین عرش و کرسی پیدا کر کے عاجز نہیں ہوا اس طرح تیرے پیدا کرنے اور تجھے روزی دینے سے بھی عاجز نہیں ہو نگا

آے ابن آدم 7

جس طرح میں تیری روزی کا خیال رکھتا ہوں تو بھی میری عبادت کا خیال رکھ

آے ابن آدم 8

جس قدر رزق میں نے تیری قسمت میں رکھ دیا ہے اس پر راضی رہ نفس و شیطان کی خواہشوں سے دل کو مت بہلا

آے ابن آدم 9

جس طرح میں تیرا دوست ہوں تو بھی میرا دوست بن جا

آے ابن آدم 10

میرے غصہ سے بے خوف مت ہو

جب تک تو پل صراط سے گزر کر بہشت میں داخل نہ ہو جائے

آے ابن آدم 11

تو مجھ پر اپنے نفس کی مصلحت کے باعث غصہ ہوتا ہے جبکہ اپنے نفس پر میری رضامندی کے لیے غصہ ہونا چاہیے

آے ابن آدم 12

اگر تو میری تقسیم پر راضی ہو جائے تو تو اپنے آپ کو میرے عذاب سے چھڑا لے گا

اور اگر تو راضی نہ ہوا تو نفس کو تجھ پر مقرر کر دوں گا وہ تجھے جانوروں کی طرح جنگلوں میں دوڑاتا پھرے گا قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کچھ بھی حاصل نہ ہو گا مگر اس قدر جو میں نے مقرر کیا ہے

متکبر

کسی کو متکبر اسکی دولت کرتی ہے

کسی کو متکبر اسکی طاقت کرتی ہے اور کسی کو متکبر لوگوں کا رویہ کرتا ہے کہ لوگ کسی کو اسکی اوقات سے بڑھ کر اہمیت دینا شروع کر دیتے ہیں

عزت

کسی کے دل میں اپنی عزت دیکھنی ہو تو اپنے دل میں اسکی عزت دیکھ لو اس سے بہتر کوئی آئینہ نہیں